96

ہماری دعا

کیوں قبول نہیں ہوتی

از

سحبان الہند مولانا احمد سعید رحمتہ اللہ علیہ

فاران بک ایجنسی
رسالہ روڈ ۔ حیدرآباد

ناشر

صفیہ اکیڈمی ۔ ۱۳/۶ پی ۔ آئی ۔ بی کالونی ۲ ۔ کراچی ۵

1/-25

(مطبوعہ جاوید پریس کراچی) ہدیہ:۔ ایک روپیہ پچیس پیسے

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱	ہماری دعا کیوں قبول نہیں ہوتی	۳
۲	سرکار مدینہ کی بارگاہ میں عرض و نیاز	۱۴
۳	رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک خطبہ	۱۹
۴	نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام وعظ کا خلاصہ	۲۱
۵	رحمتہ اللعالمین	۲۳
۶	محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۲۹
۷	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مختصر حالات	۴۹
۸	یوم عاشورا اور اس کا حکم	۵۸
۹	ماہِ شعبان اور اسراف	۶۸
۱۰	شعبان کی پندرہویں شب۔	۸۹

ہر قسم کی کتابیں ہم سے طلب فرمائیں

صفیہ اکیڈمی ۶۱۴؍بی پی آئی بی کالونی ۲۔کراچی ۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

DATA ENTERED

ہماری دعا کیوں قبول نہیں ہوتی

آج کل عام طور سے مسلمانوں کو شکایت ہے کہ جب ہم کوئی دعا مانگتے ہیں تو اس کی قبولیت کے آثار ہمیں نہیں معلوم ہوتے اور جس چیز کو طلب کرتے ہیں وہ نہیں ملتی حالانکہ خدائے تعالےٰ کا ارشاد ہے اُدْعُونِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ لہ

یہ اس شبہ کا خلاصہ ہے جو آجکل اکثر لوگوں کو پیش آیا کرتا ہے۔ اگرچہ مسلمانوں میں ایک طبقہ بدقسمتی سے ایسا بھی پیدا ہو گیا ہے جو دعا کو محض لغو اور بے کار سمجھتا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ دعا ایک طفل تسلی سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی اور دعا کا کوئی اثر قضا و قدر کے فیصلوں پر نہیں پڑ سکتا۔ ہمیں اس وقت نہ تو اس طبقہ سے بحث کرنی ہے اور نہ یہ مختصر مضمون اس بحث کا متحمل ہے۔ انشاء اللہ کسی آئندہ اشاعت میں ہم اس کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کریں گے جس سے ان لوگوں کی مذہبی اطمینان ہو سکے

لہ مجھے پکارو اور مجھ سے دعا مانگو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔

Marfat.com

دلائل باطلہ اور اُن کی کج فہمی کا راز طشت از بام ہو جائے گا۔ اس وقت ہمیں صرف یہ بتانا ہے کہ، دعا کس طرح مانگنی چاہیئے، دعا کی قبولیت کے آثار کیا ہیں، وہ کون کون سے مواقع ہیں جہاں دعا قبول ہوتی ہے اور اسی قسم کی بعض چیزیں جو دعا سے متعلق ہیں ذکر کرنی مقصود ہیں تاکہ آپ خدا سے دعا کرتے وقت ان امور و شرائط کی پابندی کریں، جو دعا کیلئے ضروری اور لازم ہیں۔ یہ امر بھی ملحوظ خاطر رہے کہ کسی مسلمان کی دعا (جبکہ وہ جملہ آداب کی رعایت رکھے) رد نہیں ہوتی بلکہ ہمیشہ قبول ہوتی ہے۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ جب کبھی جو چیز طلب کرتا ہے وہی عنایت ہو جاتی ہے، اور کبھی اس دعا کی برکت سے کوئی خاص بلا اور مصیبت جو نازل ہونے والی تھی وہ رد کر دی جاتی ہے۔ اور کبھی جل مجدہٗ کی مصالح ظاہر آثار مرتب کرنے سے مانع ہوتی ہے تو اس کی دعا کے بدلے میں خاص اجر و ثواب محفوظ کر دیا جاتا ہے چنانچہ قیامت میں جب بندے کو وہ اجر عطا کیا جائے گا جو اس کی درخواست اور دعاؤں کے صلہ میں محفوظ رکھا گیا تھا تو بندہ اس امر کی تمنا کرے گا کہ دنیا میں میری کسی دعا کا بھی اثر ظاہر نہیں کیا جاتا تو اچھا ہوتا بلکہ وقتاً فوقتاً جو دعائیں میں نے خدا سے مانگی تھیں ان سب کا آج کے دن مجھے ثواب ہی عطا کر دیا جاتا۔ پس یہ امر ثابت ہو کر مسلمان کی دعا رد نہیں ہوتی بلکہ قبول کر لی جاتی ہے تو بعض لوگوں کا دعا کے بعد یہ کہنا کہ ہماری دعا قبول نہیں ہوتی حضرت حق جل مجدہٗ کی شان میں سوء ظنی اور حد درجہ گستاخی کیونکہ عدم قبولیت کا مطلب تو یہ ہے کہ جو چیز طلب کرتا ہے وہ بھی نہ ملے کوئی بلا جو نازل ہونے والی تھی وہ بھی نہ رد کی جائے اور قیامت میں اجر بھی نہ ملے اور جب ان تینوں باتوں میں سے کسی ایک کا حصول یقینی ہے۔ تو پھر عدم قبول کا شکوہ نہ صرف لغو بلکہ بد بختی کی کھلی ہوئی دلیل ہے۔

Marfat.com

آدابِ دعا

۱۔ دعا کرنے والے کا کھانا پینا اور لباس مال حرام سے نہ ہو۔ اور اسی طرح اس کی کمائی بھی حرام کی نہ ہو۔ بلکہ جو پیشہ کرتا ہو وہ پیشہ حلال ہو۔ (۲) اخلاص کے ساتھ دعا مانگی جائے دکھاوے اور ریا سے نہ مانگے۔ خدا کے ساتھ دعا میں کسی کو شریک نہ کرے۔ (۳) دعا کرنے سے پہلے کوئی نیک کام کرے مثلاً کچھ صدقہ اور خیرات کر دے یا نماز پڑھ لے۔ (۴) پاکیزگی اور تطہیر کا خیال رکھنا چاہیئے اور غسل کا موقع نہ ہو تو کم از کم وضو ہی کر لینا چاہیئے۔ (۵) قبلہ کی طرف منہ کرے اور التحیات کے طریقہ پر بیٹھ کر دعا مانگنا چاہیئے۔ (۶) دعا سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرنا اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود پڑھنا چاہیئے۔ (۷) دونوں ہاتھ اٹھا کر اور ہاتھ کی ہتھیلیاں کھول کر دعا مانگنی چاہیئے (دونوں ہاتھ اس قدر اونچے کئے جائیں کہ کندھوں اور شانوں کے مقابل ہو جائیں) اور جس وقت دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے جائیں تو سینے کے قریب نہ کئے جائیں بلکہ سامنے کی سمت میں بڑھے ہوئے ہوں (۸) دونوں ہاتھوں کو کھلا رکھنا چاہیئے یعنی کوئی کپڑا وغیرہ ہاتھوں پر نہ ہو بلکہ کپڑے سے ہاتھوں کو نکال کر دعا مانگنا چاہیئے (۹) دعا میں خشوع و خضوع اور انتہائی ادب عاجزی اور مسکنت کی رعایت رکھنا چاہیئے (۱۰) الحاح یعنی گڑگڑا کر دعا مانگنا چاہیئے (۱۱) اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ کو یا اپنے کسی نیک کام کو یا انبیاء اور صلحا کو وسیلہ بنانا یعنی دعا میں یہ کہنا کہ یا اللہ میں تیرے کرم اور تیری رحمت کو وسیلہ بناتا ہوں یا اپنے کسی نیک کام کا ذکر کر کے یہ کہنا الٰہی اگر میرا فلاں عمل تیرے نزدیک خالص دل سے تھا تو اس کے وسیلے سے میری یہ دعا قبول فرمالے۔ اسی طرح حضرات انبیاء علیہم السلام یا کسی صحابی اور بزرگ دین کے

Marfat.com

کے وسیلہ سے دعا مانگی جائے (۱۲) بہتر اور پست آواز سے مانگنا چاہیئے (۱۳) دعا میں تکرار کرنا ۔ سات بار یا پانچ بار یا کم از کم تین بار دعا کرنا چاہیئے (۱۴) دعا سے پہلے اپنے پہلے جرم اور گناہوں کا اعتراف کرنا چاہیئے ۔ مثلاً اے اللہ میں بڑا گناہگار ہوں (۱۵) دعا مانگنے میں قلب سے پوری کوشش کرنا ۔ قلب کو متوجہ رکھنا اور پوری طرح دل لگا کر رغبت اور شوق سے دعا مانگنا چاہیئے اور خدا سے اچھی امید رکھنا عزم کو پختہ اور ارادہ کو مضبوط رکھنا چاہیئے دعا مانگنے کے بعد آمین کہنا " اگر کوئی امام ہو تو مقتدیوں کو بھی آمین کہنی چاہیئے) ۔

(۱۷) ہر چھوٹی بڑی حاجت کو خدا ہی سے مانگنا چاہیئے (۱۸) ایسے الفاظ کے ساتھ دعا مانگنا کہ الفاظ تھوڑے اور معنی زیادہ ہوں اور الفاظ ایسے ہوں جو دین و دنیا کی ضرورتوں کو شامل کریں مثلاً ربنا اتنا فی الدنیا حسنة و فی الاخرة حسنة و قنا عذاب النار

(۱۹) دعا میں اپنے نفس کو اپنے ماں باپ کو اور تمام مسلمان بھائیوں کو مقدم کرنا یعنی پہلے ان چیزوں کا دعا میں ذکر کرنا چاہیئے (۲۰) دعا کرتے وقت آسمان کی طرف نہیں دیکھنا چاہیئے بلکہ نگاہ نیچی رکھیں کیونکہ ادب کا مقتضا یہی ہے (۲۱) دعا میں قافیہ بندی یا بہ تکلف قافیہ بندی کی کوشش سے بچنا چاہیئے (۲۲) دعا میں گانے کا طریقہ اختیار نہ کرے (اس ادب کی سند نہیں ملی) (۲۳) گناہ یا قطع رحم کی دعا نہ مانگے (۲۴) دعا میں خدا کی رحمت کو تنگ نہ کرے (مثلاً یوں نہ کہے کہ یا اللہ مجھ کو روزی دے اور کسی کو نہ دے وغیرہ (۲۵) جو چیز عادتاً محال ہو اس کی دعا نہ مانگے (مثلاً مجھے جوان بنا دے یا میں کبھی نہ مروں یا میرا قد چھوٹا ہو جائے یا سورج نہ نکلے وغیرہ (۲۶) دعا کی قبولیت میں جلدی نہ کرے یعنی میں نے دعا مانگی تھی ابھی تک قبول نہ ہوئی جلدی سے میری دعا قبول کر اسی طرح یہ بھی نہ کہے کہ میں نے دعا مانگی تھی وہ دعا قبول نہ ہوئی (۲۷) دعا سے فارغ ہونے کے بعد دونوں ہاتھوں کو منہ پر پھیرنا

Marfat.com

مضمون کی طوالت کے باعث ہم نے ان دلائل کو چھوڑ دیا ہے جن سے دعا کے یہ تمام آداب اخذ کئے گئے ہیں۔

اجابت کے اوقات

۱۔ شب قدر رمضان شریف کی ۲۱-۲۳-۲۵-۲۷ اور ۲۹ ویں رات (۲) یوم عرفہ ذوالحجہ کی نویں تاریخ (۳) شہر رمضان کا پورا مہینہ (۴) جمعہ کی شب (۵) جمعہ کا دن (۶) جمعہ کے دن کی خاص ساعت اس کی تعین کے متعلق تقریباً چالیس قول ہیں۔ زیادہ مشہور اور صحیح دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ جس وقت امام خطبہ پڑھنے کے لئے منبر پر آ کر بیٹھے اس وقت سے نماز کا سلام پھیرنے تک خصوصاً جبکہ وہ سورہ فاتحہ پڑھ کر [illegible] تو ولا الضالین [illegible] تک اس ساعت کی زیادہ امید ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ جمعہ کے دن عصر کی [illegible] بعد سے غروب آفتاب تک یہ گھڑی ہوتی ہے (۷) رات میں دعا [illegible] کے بعد (۸) رات کا پہلا تیسرا حصہ [illegible] رات کے تین حصے اگر کئے جائیں [illegible] حصہ اگر رات ۱۲ گھنٹے کی ہو سورج [illegible] غروب ہوتا ہو اور [illegible] دس بجے تک کا وقت (۹) رات کا [illegible] تیسرا حصہ ۱۲ گھنٹے کی رات میں ۲ [illegible] تک (۱۰) آخری رات کا چھٹا حصہ [illegible] صبح صادق [illegible] مؤذن اذان دے یعنی اذان کے [illegible] کوئی شخص اذان [illegible] ہے۔ (۱۳) اذان اور تکبیر [illegible] حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کے بعد [illegible] اس شخص [illegible] ہو (۱۶) جہاد کی صف میں جب کوئی شخص کھڑا ہو (۱۷) اسلامی لشکر [illegible] لڑتے مل جائے یعنی جب گھمسان کی لڑائی ہو رہی ہو (۱۹) فرض نماز [illegible]

کی حالت میں (یعنی نماز کی حالت میں جب سجدہ کرے۔ (۲۰) تلاوت قرآن شریف کے بعد (۲۱) ختم قرآن شریف کے بعد۔ بالخصوص قاری قرآن کی یعنی جس حافظ نے قرآن شریف ختم کیا ہو اُسکی دعا سننے والے کے اعتبار سے زیادہ مقبول ہے (۲۲) جب امام ولا الضالین کہے یہ وقت بھی دعا کی قبولیت کا ہے (۲۳) زم زم شریف کا پانی پینے کے وقت (۲۴) پچھلی رات میں مرغ کی آذان کے وقت (۲۵) جہاں مسلمان کثرت سے جمع ہوں، مثلاً عید، جمعہ، عرفات (۲۶) مجالس ذکر میں (۲۷) مردے کی آنکھیں بند کرتے وقت یعنی جس وقت روح پرواز ہو اور لوگ میت کی آنکھیں اور منہ بند کرنے لگیں (یہ وقت بھی دعا کی قبولیت کا ہے) یا مردے کے پاس حاضر ہونے کی حالت میں۔ (۲۸) جس وقت بارش ہو رہی ہو۔ (۲۹) کعبہ شریف کو دیکھتے وقت۔

Marfat.com

وہ مقامات جہاں دعا قبول ہونے کی امید کی جاتی ہے

جو جگہ کسی شرعی اعتبار سے متبرک ہو وہاں بیٹھ کر دعا مانگنے سے قبول ہوتی ہے۔
۱۔ مسجد الحرام ۲۔ مسجد نبوی ۳۔ مسجد اقصیٰ یعنی بیت المقدس کی مسجد ۴۔ مطاف یعنی وہ جگہ جہاں حاجی خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہیں۔ ۵۔ ملتزم یعنی سنگ اسود اور خانہ کعبہ کے دروازے کی چوکھٹ کا درمیانی حصہ ۶۔ خانہ کعبہ کے اندر داخل ہو کر ۷۔ زمزم شریف کے پاس ۸۔ صفا اور مروہ کے پہاڑ پر ۹۔ [illegible] ۱۰۔ [illegible] وہ میدان دور کھلی جگہ جہاں حاجی [illegible] ۱۱۔ مقام ابراہیم کے پیچھے ۱۲۔ عرفات جہاں نویں ذی الحجہ کو حاجی جمع ہوتے ہیں ۱۳۔ مزدلفہ جہاں عرفات سے واپس آکر رات کو قیام کرتے ہیں ۱۴۔ جمرات ثلاثہ یعنی وہ تین مقامات جہاں کنکریاں ماری جاتی ہیں ۱۵۔ منیٰ جہاں حاجی دسویں ذوالحجہ کو قیام کرتے ہیں۔ ۱۶۔ میزاب رحمت کے نیچے یعنی کعبہ کی چھت کے پرنالے کے نیچے ۱۷۔ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مقدس و مبارک کے قریب ۱۸۔ [illegible] یعنی سورۃ انعام کی وہ آیت جس میں دو جگہ لفظ اللہ آیا ہے۔ ایک دفعہ اللہ پڑھ کر دعا مانگے اور پھر دوسرے لفظ اللہ کو شروع کرے ان دونوں لفظوں کے درمیان میں دعا مانگنا قبول ہے آیت [illegible] ہے [illegible]
واذا جاءتھم ایۃ قالوا لن نؤمن حتی نؤتی مثل ما اوتی رسل اللہ ۔ اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ ۔

[illegible]
[illegible]
[illegible]

وہ لوگ جن کی دعا قبول ہوتی ہے

۱۔ مضطر یعنی انتہائی بے قرار۔ ۲۔ مظلوم خواہ یہ مظلوم فاسق

وفاجر اور کافر ہی کیوں نہ ہو۔ یعنی مظلوم اگر کافر بھی ہو تو اس کی دعا قبول ہوتی ہے کافروں کی دعا کے متعلق بعض حضرات کو شبہ ہوا ہے اور انہوں نے [1] وما دعاء الکافرین الا فی ضلال سے استدلال بھی کیا ہے تعجب نہیں ہے ایک موقعہ پر مرزا غلام احمد قادیانی نے بھی اس آیت سے نہایت غلط اور شرمناک استدلال کیا ہے۔ لیکن ہمیں افسوس ہے کہ ہم اس وقت کسی نئی بحث کو چھیڑنا نہیں چاہتے مرزا کا تو ذکر ہی بے کار ہے جس شخص سے حضرت جل مجدہ نے عقل سلیم اور فکر صحیح ہی کو سلب کر لیا ہو اور جس کا علم ہی اس گمراہی اور ضلالت کا موجب ہو۔ اس کا شکوہ ہی فضول ہے البتہ بعض علماء نے کفار کی دعا کے متعلق جو استدلال کیا ہے اس کا حضرات محققین نے کافی جواب دے دیا ہے۔ اور صحیح چیز یہی ہے کہ دعا کفار کی بھی مسموع ہے اور بالخصوص کفار مضطر کی، باقی رہا عدم قبولیت فی الآخرہ تو وہ شئی دیگر ہے۔ ۳۔ والد کی دعا اپنی اولاد کے حق میں علماء نے تشریح کی ہے کہ والدہ کی دعا کا بھی یہی حکم ہے، والد کی دعا خواہ اچھی ہو یا بری اولاد کے حق میں ایسی ہے جیسے نبی کی دعا اپنی امت کے حق میں۔ ۴۔ امام عادل اور منصف حاکم (امام عادل) اور حاکم سے مراد مسلمان ہے اس لئے کہ کافر مسلمانوں کا امام یا حاکم نہیں ہو سکتا بلکہ کافر کو مسلمانوں پر کسی حیثیت سے بھی حق ولایت وحکومت حاصل نہیں۔ [2] ولن یجعل اللہ للکافرین علی المومنین سبیلا ۵۔ رجل صالح اور نیک مرد کی دعا بشرطیکہ وہ کسی گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہ کرے۔ ۶۔ متقی اور مطیع فرماں بردار

[1] نہیں ہے دعا کافروں کی مگر گمراہی میں [2] اور ہرگز نہ دے گا اللہ کافروں کو مومنوں پر غلبہ کا راستہ نہیں دیتا۔

اولاد کی دعا اپنے ماں باپ کے حق میں ۔ ۷۔ مسافروں کی دعا دوسرے مسلمان بھائی کے حق میں
اس کی غیبت میں (یعنی ایک مسلمان کو اس کی پیٹھ کے پیچھے دعا دے تو یہ دعا بھی قبول ہوتی ہے)
غیبت کی شاید اس لئے لگائی گئی کہ یہ دعا مخلصانہ ہوگی سامنے کی دعا میں ریا اور خوشامد کے
کا احتمال ہو سکتا ہے۔ ۱۰۔ ہر مسلمان کی دعا بشرطیکہ وہ ظلم یا قطع رحم کی دعا نہ کرے اور دعا کے
بعد یہ بھی نہ کہے کہ میں نے دعا کی تھی مگر قبول نہ ہوئی۔ ۱۱۔ توبہ کرنے والے کی دعا جو شخص
اپنے گناہ سے توبہ کرتا ہے اور توبہ کے بعد کوئی دعا کرتا ہے تو وہ دعا قبول کر لی جاتی ہے
مطلب یہ ہے کہ جو لوگ توبہ میں دیر نہیں لگاتے بلکہ جو جرم کیا فوراً ہی توبہ کر لیتے کے عادی
ہیں ان کی دعائیں بھی قبول ہیں۔ ۱۲۔ جو شخص رات کو نیند سے چونک کر یہ دعا پڑھے
لہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ
شَیْءٍ قَدِیْرٌ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ
اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ۔ یا اسکے علاوہ کوئی اور دعا کرے تو وہ قبول ہو جاتی ہے۔

سوتے ہوئے آدمی کو بھی حضرت حق جل مجدہ کی جانب سے اس لئے جگایا جاتا ہے کہ
بندہ اٹھ کر کچھ عبادت کرے اور جب اس غرض کے لئے جگایا گیا اور بندہ نے وہ
پوری کرلی تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ وہ عبادت قبول نہ کی جائے۔ ۱۳۔ جو شخص یا ذا
الجلال والاکرام پڑھ کر دعا مانگتا ہے تو اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔

لہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود نہیں [illegible]
چیز پر قدرت [illegible]
کمال قوت کا مالک [illegible]

۱۴۔ جب کوئی شخص تین بار یا ارحم الراحمین کہہ کر دعا مانگتا ہے تو اس کی دعا بھی قبول کر لی جاتی ہے۔ (تین بار اس کلمہ کو جب کوئی مسلمان کہتا ہے تو فرشتہ اس بندہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے ارحم الراحمین تیری طرف متوجہ ہے مانگ کیا مانگتا ہے۔ ۱۵۔ جب کوئی بندہ تین بار خدا سے جنت طلب کرتا ہے تو جنت حق جل مجدہ کی بارگاہ میں عرض کرتی ہے [1] اَللّٰهُمَّ اَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ اور جب کوئی بندہ دوزخ سے تین بار پناہ مانگتا ہے تو دوزخ عرض کرتی ہے [2] اَللّٰهُمَّ اَجِرْهُ مِنَ النَّارِ۔ ۱۶ حجاج کی دعا جب تک حاجی لوٹ کر اپنے گھر نہ آجائے اس کی دعا مقبول ہوتی ہے۔ ۱۷ جو مسلمان اپنی کسی حاجت کے لئے ذیل کے کلمات پڑھے گا اس کی حاجت پوری کر دی جائے گی [3] لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۝ یہ دعا حضرت ذوالنون یونس علیہ السلام کی ہے اور نہایت مجرب ہے۔ ۱۸۔ جو شخص اذان کے بعد حسب ذیل دعا پڑھتا ہے اس کی یہ دعا قبول کر لی جاتی ہے اور قیامت میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شفاعت اس کو میسر ہوگی [4] اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِیْلَةَ وَالْفَضِیْلَةَ وَالدَّرَجَةَ الرَّفِیْعَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَنِ الَّذِیْ وَعَدْتَّهٗ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ۝ ۱۹۔ جو شخص عام مومنین و مومنات کیلئے ہر دن میں ۲۵ یا ۲۷ بار استغفار کرتا ہے وہ ان لوگوں میں داخل کر لیا جاتا ہے جن کی دعا

---

[1] یا اللہ اسے جنت میں داخل کر دے [2] یا اللہ اس بندے کو آگ سے بچا لے [3] تیرے سوا کوئی معبود نہیں تیری ذات پاک ہے بے شک میں ظلم کرنے والوں میں سے ہوں [4] اے اللہ اس کامل پکار کے رب اور اس قائم ہونے والی نماز کے رب محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو وسیلہ اور فضیلت عطا فرما اور انکو اس مقام محمود میں پہنچا جس کا تو نے وعدہ کیا ہے بے شک تو اپنے وعدہ کا خلاف نہیں رکھتا۔

Marfat.com

مستجاب ہے اور جن کی برکت سے اہل زمین کو روزی عطا ہوتی ہے۔

اجابت دُعا کے علامات

۱۔ ڈر لگنا، خوف معلوم ہونا، قلب پر غیر معمولی ہیبت کا طاری ہونا۔

۲۔ بدن کے رونگٹوں کا کھڑا ہو جانا۔

۳۔ آنکھوں سے آنسوؤں کا ٹپک جانا۔

۴۔ ہیبت طاری ہو جانے کے بعد دل میں سکون کا پیدا ہونا، قلب میں خوشی اور مسرت کا پیدا ہو جانا، ظاہری میں طبیعت کا ہلکا ہونا، ایسا محسوس ہونا کہ جیسے ایک بوجھ تھا جو اتر گیا۔

جب دعا مانگنے والے پر اس قسم کی ہیبت طاری ہو تو حضرت حق جل شانہ کا شکریہ ادا کرے کہ خدا تعالیٰ مہربان [illegible] میں صدقہ دے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب کسی شخص کو اپنی دعا کی قبولیت معلوم ہو یا کسی بیمار کو شفا حاصل ہو جائے یا کوئی غائب اور مفقود الخبر سفر سے واپس آ جائے تو اس کو یہ دعا پڑھنی چاہیئے۔ الحمد للہ الذی بعزتہ وجلالہ تتم الصالحات

دعا کے متعلق اگرچہ [illegible] جو کہ تفصیل و تشریح کے محتاج ہیں۔ لیکن ہمارا [illegible] ایک عام مسلمان کے لئے کافی ہے۔ خدا تعالیٰ سب مسلمانوں کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

[illegible]

[illegible]

سرکار مدینہ کی بارگاہ میں

عرض نیاز

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ یا خیر من دفنت بالقاع
اعظمہ فطاب طیبھن القاع والاکم نفسی الفداء لقبر انت
ما کنہ فیہ العفاف وفیہ الجود والکرم و الصلوٰۃ و السلام
علیک یاحبیب اللہ ۔

میرے مولا میرے آقا حضور کا ایک گنہگار امتی دور دراز کا سفر کر کے خدمت میں حاضر ہوا ہے ۔ اے کونین کے بادشاہ آپ کو کچھ اپنی بیکس امت کی بھی خبر ہے ۔ اے لزید خلیل و مسیح جس دین کی خاطر آپ نے ہزارہا مصائب برداشت کیے ۔ اپنے اور بیگانوں سے برائی اٹھائی ۔ لوگوں کی گالیاں سنیں ۔ پتھر کھائے زخم اٹھائے ۔ راتوں کی نیند اور دن کی بھوک کھوئی جس دن کے لیے آپ جلا وطن کیے گئے ۔ آپ کو اور آپ کے اہل وعیال کو بے خانماں کیا گیا وہ آپ کا دین اور اس کے نام لیوا دشمنوں کے نرغے میں ہیں ۔ مسلمان ٹکڑے ٹکڑے کو محتاج

لہ اے سب سے بہترین ذات جن کی ہڈیاں بے آب وگیا میدان میں مدفون ہیں پس ان ہڈیوں کی پاکیزگی کی وجہ سے میدان اور ٹیلے بھی پاکیزہ ہو گئے ہیں میری جان اس قبر پر فدا ہو جس میں آپ فروکش ہیں وہ قبر پاک دامنی اور سخاوت اور کرم سے معمور ہے اور صلوٰۃ وسلام نازل ہو آپ پر اے اللہ کے پیارے حبیب ۔

ہیں۔ زمین اپنی وسعت و پہنائی کے باوجود ان پر تنگ ہے۔ یورپ، ایشیا اور افریقہ کے کسی کونے میں بھی ان کے سر چھپانے کو جگہ نہیں ہے۔ دنیا کے کافروں نے ان بے بس اور مظلوم امت کے خلاف اتحاد کر لیا ہے۔ بت پرستوں نے تمہاری ... خدائے وحدہ لاشریک کی پرستش کو دنیا سے مٹا کر چھوڑنے کا عہد کیا ہے۔ بت پرستوں نے عہد کیا ہے کہ وہ عالم سے تمہاری پھیلائی ہوئی توحید کو مٹا دیں گے۔ وہ دین و دنیا کے مالک تھے کچھ خبر بھی ہے۔ جس درخت کو تو نے اور تیرے صحابہ نے اپنے خون سے سرسبز کیا تھا دشمن اس کو جڑ سے اکھیڑنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ مسجدوں کو بت خانہ بنانے کی کوشش جاری ہے اور اذان و اقامت کے بجائے مزاروں پر گھنٹے اور ناقوس بجانے کی فکر ہے جس خدا کے دین کے نام لینے والوں نے اپنا خون بہا کر فتح کیا تھا۔ جس زمین پر پرستاران توحید کی صدائیں اذان کی گونجتی تھیں۔ آج وہ غیروں کے قبضہ میں ہے آج وہاں شرک و کفر کی علی الاعلان اشاعت ہو رہی ہے۔ الغیاث یا رسول اللہ ﷺ بے کسی میں التجا ہے۔ دنیا کے تختے پر ... ہماری حالت وہی ہے جو مسلم بن عقیل کی کوفہ میں تھی۔ ہم بے یار و مددگار ہیں کوئی یار ہے نہ مددگار نہ ہمارا کوئی حامی ہے۔ نہ غم گسار، یا رسول اللہ ﷺ اپنا درد کسے سنائیں۔ اپنی فریاد کہاں لے جائیں[1] تاجدار مدینہ جن زمینوں کو تم نے غلامی سے آزاد کرایا تھا۔ آج ہم خود وہاں غلام ہیں۔ آپ پر آپ کے قرآن پر آپ کے خدا پر شب و روز علی الاعلان طعن و تشنیع کی جاتی ہیں۔ پھبتیاں اڑائی جاتی ہیں خود آپ کے نام لیوا آپ کے دین کو نقصان پہنچانے کے درپے ہیں مسلمانوں کے پاس نہ حکومت ہے نہ دولت نہ تجارت نہ امارت

---

[1] فریاد رسی کیجئے یا رسول اللہ۔

اور سپانیہ اخوت یورپ سے نکالے گئے۔ افریقہ سے بے دخل کئے گئے عراق و فلسطین جا چکے۔ ہندوستان چھن گیا۔

اب اے میرے مولا! خاکم بدہن دشمن کی نظریں آپ کی خوابگاہ پر پڑ رہی ہیں۔ اعدا کا لشکر حجاز پر پہونچ چکا ہے۔ ریگستان کے بدو آہستہ آہستہ یورپین تہذیب پر قربان ہو رہے ہیں۔ حجاز مقدس کی حدود اور اس کی چاردیواری تک دشمنوں کی توپیں پہونچ چکی ہیں۔ حضور والا اگر یہی لیل و نہار ہے اور سرکار کی شان استغنا اسی طرح قائم ہے تو آخر کیا ہوگا۔ یہ مسلم کہ ہم گنہگار ہیں۔ یہ مانا کہ ہم نالائق ہیں۔ یہ تسلیم کہ ہم میں نہ صدیق رضہ کا سا علم ہے اور نہ فاروق رضہ جیسی شوکت اور نہ عثمان رضہ جیسی سخاوت ہے اور نہ علی رضہ و خالد کی سی شجاعت ابو ہریرہ رضہ اور ابو ذر رضہ جیسا عمل بھی نہیں۔ بلال رضہ حبشی کی محبت بھی مفقود ہو چکی ہے۔ اب تک جو کچھ ہوا وہ ہماری ہی غفلت کا نتیجہ تھا۔ جو دین ہم حجاز سے لے کر نکلے تھے اس کی حفاظت ہم سے نہ ہو سکی۔ ہم تو یہ دین کو نذر برہمن کر بیٹھے۔ تیرہ سو برس پہلے کی کمائی ہماری ہی نالائقی سے لٹ گئی یہ سب کچھ ہم نے کیا۔ اور ہمیں اپنی غلطی کا اعتراف ہے۔ ہمارے سردار ہم قصور وار خطاوار ہیں۔ یہ سب کچھ ہے لیکن آخر تیرے دین کے نام لیوا ہیں۔ ہمیں غیروں کے سامنے رسوا نہ کر دشمنوں کو ہم پر ہنسنے کا موقع نہ دے۔

اے ہمارے آقا ہماری ذلت کی انتہا ہو چکی ہے۔ اس سے زیادہ ہم کو ذلیل نہ ہونے دے۔ کفار ہم پر ہنستے ہیں۔ طعنے دیتے ہیں۔ ہماری اولاد ہمارے ایمان کے درپے ہیں۔

Marfat.com

اے سردارِ دوجہاں! اے پیشوائے کون و مکاں! آخر یہ بے نیازی کب تک کس چیز کا انتظار ہے۔ کس وقت کے منتظر ہیں کون سی بات باقی ہے۔ منزل کا آخری دور ہے۔

اٹھئے خدا کے لئے اٹھئے اپنی امت کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو سہارا دیجئے۔ میرے آقا اٹھئے فاطمہؓ کا واسطہ اٹھئے اور ایک دفعہ نگاہ رحمت سے اپنی امت کے گنہگاروں کو دیکھ لیجئے۔ اٹھئے شہیدان کربلا کا واسطہ اٹھئے اور اپنی بزدل امت کو پھر ایک دفعہ دین پر مٹنے کی تعلیم دے دیجئے۔ آپ کی امت سخت اضطراب و بے چینی میں مبتلا ہو چکی ہے۔ خیر کی گنجائش نہیں ہے حضور والا اگر کچھ عرصہ خبر نہ لی گئی تو دنیا میں مسلم قوم کا خاتمہ ہو جائیگا۔ توحید الٰہی کے بجائے صرف کفر و شرک ہی کی حکومت ہوگی۔ اس لئے اٹھئے اور ہم بدنصیبوں کو ایک دفعہ دیکھ لیجئے۔ ہم جانتے ہیں کہ آپ کی نگاہ میں سب کچھ ہے اگر آپ نے ہماری درخواست قبول کر لی تو اس مرجھائے ہوئے درخت میں دوبارہ بہار آجائے گی۔ آپ کی ایک نگاہ کرم میں گنہگاروں کا بیڑا پار ہوتا ہے اس لئے اٹھئے خدا کے پیارے اٹھئے اور فقیروں کی جھولیاں بھر دیجئے۔ عاشق دامن مراد پھیلائے کھڑے ہیں۔ انھیں مایوس نہ کیجئے۔ بہت سی سعید جانیں آپ پر سے قربان ہونے کو تڑپ رہی ہیں۔ اور بہت سی سعادت مند روحیں بڑی قربانی کا تحفہ اپنے دامن میں لئے ہوئے باب السلام پر آپ کی منتظر ہیں بہت سے مشتاق باب رحمت اور باب جبرائیل پر اپنے دل مٹھیوں میں لئے بیٹھے ہیں۔ اور آپ کی تشریف آوری کا انتظار کر رہے ہیں ہندوستان

کے بدنصیب مسلمان آہ بدقسمت اور دور افتادہ مسلمانوں نے اپنی آنکھوں
کا فرش بچھا رکھا ہے ۔ اس لئے انہیں بلال حبشی کا صدقہ اٹھتے اور لوٹتے
ہوئے دلوں کی روتی ہوئی ۔ ۔ آنکھوں کی تڑپتی ہوئی روحوں کی لاج رکھ لیجئے

صلی اللہ علیک یا رسول اللہ و سلم علیک یا حبیب اللہ

اللھم صل علی محمد و علی آل محمد

رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ایک خطبہ

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ شعبان کی آخری تاریخ میں (جب کہ دوسرے دن رمضان المبارک کا مہینہ شروع ہونے والا تھا) جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فصیح و بلیغ خطبہ فرمایا۔ جس میں رمضان کے فضائل اور روزے کی فضیلت پر مفصل بحث فرمائی۔ اور صحابہ رضؓ کو پورے طریقے سے رمضان شریف کے استقبال پر آمادہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

[1] ایہا الناس قد اظلکم شہر عظیم شہر مبارک فیہ لیلۃ القدر خیر من الف شہر جعل اللہ تعالیٰ صیامہ فریضۃ وقیام لیلۃ تطوعا من تقرب فیہ بخصلۃ من الخیر کان کمن ادی فریضۃ فیما سواہ ومن ادی فریضۃ کان کمن ادی سبعین فریضۃ فیما سواہ وھو شہر الصبر والصبر ثوابہ الجنۃ وھو شہر المواساۃ وھو شہر یزاد فیہ رزق المؤمن من فطر فیہ صائما کان لہ عتق رقبۃ ومغفرۃ لذنوبہ۔

[2] قلنا یا رسول اللہ لیس کلنا یجد ما یفطر بہ الصائم قال یعطی اللہ ھذا الثواب من یفطر صائما علی مذقۃ لبن او شربۃ ماء او تمرۃ ومن اشبع صائما کان لہ مغفرۃ لذنوبہ وسقاہ ربہ من

حوضی شربة لایظماء بعدها ابدا وکان له مثل اجره من غیر ان ینقص من اجره شئ وهو شهر اوله رحمة واوسطه مغفرة واخره عتق من النار ومن خفف عن مملوکه فیه اعتقه الله من النار فاستکثروا فیه من اربع خصال خصلتین ترضون بها ربکم وخصلتین لاغنی لکم عن اما الخصلتان ترضون بهما ربکم شهادة ان لا اله الا الله وتستغفرونه واما الخصلتان اللتان لاغنی لکم عنهما تسئلون ربکم الجنة وتعوذون به من النار.

Marfat.com

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام وعظ کا خلاصہ

اے لوگو! خدا کا ایک بزرگ اور مبارک مہینہ جو گوناگوں خوبیوں کا مجموعہ ہے۔ تم پر سایہ فگن ہونے والا ہے۔ اس مہینہ میں ایک رات ایسی مرتبہ والی ہے جس میں عبادت کرنا ایک ہزار مہینوں کی عبادت کے برابر ہے۔

اے لوگو! ایک بابرکت مہینہ تم پر سایہ فگن ہونے والا ہے۔ اس مہینہ میں ایک ایسی رات ہے جس کی عبادت ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مہینہ کے روزے فرض کئے ہیں۔ رات کا قیام مستحب ہے۔ اس مہینہ میں فرض کا ثواب دوسرے مہینوں کے ستر فرضوں کے برابر ہے۔ یہ مہینہ صبر کا ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے۔ یہ مہینہ باہمی سلوک اور غم خواری کا ہے۔ اس مہینہ میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے۔ جس نے کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرایا اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ دوزخ سے آزاد کر دیا جاتا ہے۔ روزہ افطار کرانے والے کو روزہ رکھنے والے کے برابر ثواب ہوتا ہے اور روزہ رکھنے والے کے ثواب میں کوئی کمی نہیں آتی۔

ہم لوگوں نے کہا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سب تو اتنی وسعت نہیں رکھتے کہ کسی روزے دار کو افطار کرائیں اور [illegible] آپ نے فرمایا صرف ایک کھجور سے یا دودھ اور پانی کے ایک گھونٹ سے [illegible] بھی کافی ہے۔ اس مہینہ کے اول دس دن رحمت کے ہیں [illegible]

Marfat.com

کا ہے اور تیسرا حصہ دوزخ سے آزادی کا ہے۔ اس مہینہ میں چار کام بہت ضروری ہیں دو تو ایسے ہیں جن سے تمہارا پروردگار راضی ہو جاتا ہے اور دو ایسے ہیں جن کے بدون تم کو چارہ نہیں ان چار میں سے ایک تو کلمہ شہادت ہے اور دوسرے استغفار کی کثرت ہے یہ دونوں باتیں خدا کو بہت پسند ہیں۔ تیسرے جنت کا طلب کرنا۔ اور دوزخ سے پناہ مانگنا۔ یہ دونوں باتیں تمہارے لئے سخت ضروری ہیں۔ روزے دار کو قیامت میں میرے حوض سے پانی پلایا جائے گا پھر اس کو جنت میں داخل ہونے تک پیاس نہ لگے گی۔

اللہ تعالیٰ نے اس مہینے کے روزے فرض کر دیئے ہیں۔ لیکن رات کا جاگنا اور عبادت کرنا بجائے فرض کے مستحب رکھا ہے۔ لیکن اس مہینہ کا مستحب بھی ثواب میں دوسرے مہینوں کے فرض ہی کے مانند ہے اور اس مہینے کے ایک فرض کا ثواب دوسرے مہینوں کے ستر فرضوں کے ثواب کے مثل ہے۔ یہ مہینہ صبر اور ضبط نفس کا مہینہ ہے صبر کا بدلہ تو جنت ہی ہے اس مہینے میں خاص طور پر باہمی ہمدردی اور ایک دوسرے کی غمخواری کرنی چاہیے۔ اس مہینے میں مسلمانوں کے رزق میں زیادتی کر دی جاتی ہے اگر کوئی شخص اپنے بھائی کا روزہ کھلوا دے تو اس کو ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے اور تمام گناہ بھی معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ اور اگر کسی نے روزہ کھلوا کر کھانا بھی کھلا دیا تو نہ صرف تمام گناہوں کی مغفرت بلکہ قیامت میں میرے حوض سے پانی کی سیرابی کا وعدہ بھی، اور حوض کوثر کا پانی جس نے ایک دفعہ قیامت میں پی لیا تو اس کو کبھی بھی پیاس کی تکلیف نہ دی جائے گی۔ اور اس

۱۷۲۰۵

Marfat.com

کے ثواب میں سے کچھ بھی کم نہ ہوگا یعنی روزہ کھولنے والے کا ثواب بدون کم ہوئے روزہ کھلوانے والے کو ایک اور روزہ کا ثواب مل جائے گا۔ اس مہینے کے پہلے دس دن میں رحمت اور دوسرے دس دن میں مغفرت اور تیسری دہائی میں دوزخ سے آزادی دی جاتی ہے۔ اگر کوئی شخص اس مہینے میں اپنے ماتحتوں سے کام لینے میں نرمی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے آقا کو دوزخ سے آزاد کر دیتا ہے۔ اے لوگو! چار باتوں کا اس مہینے میں بہت خیال رکھا کرو۔ دو باتیں تو وہ ہیں جن کے باعث تم اپنے رب کو راضی کرلوگے اور دو باتیں ایسی ہیں جو تم کو خود ہی کرنی چاہئیں۔ جن کے بغیر تم کو چارہ نہیں۔

پہلی دو باتیں جن سے خدا تعالیٰ کو راضی کر سکو گے ان میں ایک تو استغفار ہے اور دوسری کلمہ توحید کی شہادت ہے۔ اور جو دو باتیں تمہارے لئے ضروری ہیں وہ خدا سے جنت طلب کرنا اور دوزخ سے پناہ مانگنا جب تک یہ دو باتیں حاصل نہ ہو جائیں ایک مسلمان کو اطمینان نہیں ہو سکتا۔

۱۴ مارچ ۱۹۹۱ء

رحمۃ للعالمینؐ

تاریخ میں ایک زمانہ ایسا بھی گزرا ہے جب ہر طرف ... کی تاریکیاں ہر طرف چھائی ہوئی تھیں اور انسانیت ... نام ...

دنیا سے مفقود ہو گیا تھا روم اور ایران و یونان اور مصر و ہندوستان اور چین یکساں طور پر کفر کی ضلالت میں گھرے ہوئے تھے روم اور یونان کا فلسفہ خاک میں مل چکا تھا۔ ایران اور مصر کا تمدن تباہ ہو چکا تھا۔ ہندوستان کی تہذیب ایک قصۂ پارینہ بن چکی تھی۔ لوگ اپنے پیدا کرنے والے کو بھول گئے تھے مسیحیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم کو مسخ کر دیا تھا۔ یہودیوں نے پروردگار عالم کو چھوڑ کر دیوتاؤں کی پرستش شروع کر دی تھی، زرتشتیوں نے ایک خدا کے دو خدا بنا لیے تھے۔ غرض تمام روئے زمین پر کوئی ایک جگہ بھی ایسی نہ تھی۔ جہاں خدائے وحدہٗ کی عبادت کرنے والے موجود ہوں۔ ہر طرف فساد پھیلا ہوا تھا ہر طرف جنگ و جدل کا بازار گرم تھا۔ دنیا امن سے محروم ہو گئی تھی۔ طاقت وروں نے کمزوروں کو دبا لیا تھا۔ انسانوں کی آبادیاں آقاؤں اور غلاموں میں تقسیم کر دی گئی تھیں۔ زندگی کا نظام درہم برہم ہو چکا تھا۔ اور سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ دنیا کس تباہ کن انجام کی طرف قدم بڑھا رہی ہے۔ بالخصوص ملک عرب کی حالت سب سے زیادہ خراب تھی۔ دنیا کی کوئی بداخلاقی ایسی نہ تھی جو عرب میں موجود نہ ہو۔ وہ تمام برائیاں جو دوسرے ممالک میں فرداً فرداً پائی جاتی تھیں۔ عرب میں ایک جگہ جمع ہو گئی تھیں۔ لڑکیوں کو زندہ دفن کر دینا، سوتیلی ماؤں کے ساتھ نکاح کر لینا حسد و انتقام کی آگ کو سالہا سال تک مشتعل رکھنا اور ذرا ذرا سی باتوں پر خونریز جنگوں کا بہانہ بنا لینا گویا ان کے نزدیک کوئی اہمیت نہ رکھتا تھا۔ اس اعتبار سے اگر ہم عرب کو اس زمانہ کا تاریک ترین خطہ کہیں تو غلط نہ ہو گا۔

Marfat.com

جن مورخین نے اس عہد کی تاریخ کا بغور مطالعہ کیا ہے اور قوموں کے عروج و زوال کے اسباب و علل پر فلسفیانہ نظر ڈالی ہے۔ ان کا متفقہ فیصلہ یہ ہے کہ اس وقت کی حالت کو دیکھتے ہوئے کوئی شخص ایک لمحہ کے لئے بھی یہ تصور نہیں کر سکتا تھا کہ قدرت اس عالمگیر تاریکی کو روشنی سے بدلنے کے لئے جو مصلح اعظم پیدا کرے گی اس کا مولد عرب جیسے ناقابل اصلاح ملک میں تجویز کیا جائے گا۔ لیکن قدرت کی مصلحتیں ہمیشہ انسانی عقل سے بالاتر رہی ہیں فلسفہ کی رسائی محدود ہے۔ اس لئے یکایک دنیا کے سامنے ایک ایسا غیر متوقع اور حیرت انگیز واقعہ پیش آیا ہے جس نے آج تک مورخین عالم کو انگشت بدنداں بنا دیا ہے۔ جہالت و حیوانیت کی تاریکیاں جب اپنے انتہائی نقطہ پر پہنچ گئیں تو دو شنبہ کے روز ۱۲ ربیع الاول مکہ مکرمہ میں اس آفتاب رسالت کا طلوع ہوا جو تمام دنیا کے لئے شمع ہدایت بن کر آیا تھا۔ اور جس نے مشرق سے لے کر مغرب تک اور شمال سے لے کر جنوب تک تمام روئے زمین کو اپنے لمعات و انوار سے منور کر دیا۔ یہ وہی نبی برحق صلی اللہ علیہ وسلم تھا جس کی شہادتیں توریت اور انجیل میں موجود تھیں جس کا وعدہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کیا گیا تھا۔ جس کی دعا حضرت خلیل نے مانگی تھی۔ اور جس کی خوش خبری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سنائی گئی تھی۔ دنیا جانتی ہے کہ جس وقت حضور سرور کائنات احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ورود دنیا میں ہوا۔ اسی وقت سے زمانہ نے گردش بدلنا شروع کر دی اور چند سال کی مدت میں ارتقائی وہ منزلیں طے کر لی گئیں جن کے لئے فلسفیوں نے صدیاں مقرر کی تھیں۔!!

Marfat.com

دنیا کی مشکلات میں سے کوئی مشکل ایسی نہ تھی جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سد راہ نہ ہوئی ہو۔ کفار مکہ نے اپنی وحشت و جہالت کا پوری طرح مظاہرہ کیا اور ایذار سانی کی جسقدر صورتیں ممکن تھیں وہ سب اختیار کیں مسلمانوں کو طرح طرح سے ستایا گیا۔ سرور کائنات کے ساتھ گستاخیاں اور بدسلوکیاں کی گئیں لیکن اس کے جواب میں صبر و استقلال، اور عفو و تحمل سے کام لیا گیا۔ اس کی مثال تاریخ عالم میں کہیں نہیں مل سکتی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دشمن کو دعائیں دیں۔ اپنے مخالفوں کے ساتھ ہمدردی کی اور اپنے حملہ آوروں کو سینہ سے لگایا اس طرح ان کے قلب جو پتھر کی مانند سخت تھے۔ موم کی طرح نرم ہو گئے۔

وہی جماعتیں جو پہلے خون کی پیاسی تھیں اپنا خون بہانے کے لئے تیار ہو گئیں اور وہی صحابہ جو پہلے جان کے خواہاں تھے اپنی جان چھڑکنے لگے۔

دنیا نے دیکھ لیا کہ عرب قوم کا کیرکٹر بالکل بدل گیا ان کی کنبہ پروری کا جذبہ انتقام ان کی آتش حسد اور ان کی جملہ صفات بہیمیہ کی اصلاح دنیا کے مصلح اعظم نے اس طرح کر دی گویا وہ ان میں موجود نہ تھیں اور اس طرح جب دنیا کی سب سے زیادہ گمراہ اور سب سے زیادہ ترک خیال قوم اصلاح کے بعد ایک خدا پرست مہذب متمدن اور ترقی یافتہ قوم بن گئی تو اس کے ذریعہ دنیا کے چپہ چپہ میں خدائے واحد کے دین برحق کی اشاعت و تبلیغ کا کام انجام دیا۔ انسانی زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جس پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے توجہ نہ فرمائی ہو۔ اور جس کے متعلق اپنے اقوال و افعال سے ایک ایسا ذخیرہ نہ چھوڑا ہو جو بنی انسانی کی دائمی رہنمائی کے لئے کافی و وافی ہو

سکتا ہو۔ آپ کی حیاتِ طیبہ اپنے اندر ایک بادشاہ کے لئے ایک حاکم کے لئے ایک جنرل کے لئے۔ ایک فاتح کے لئے۔ ایک غریب کے لئے۔ ایک امیر کے لئے ایک مقنن کے لئے۔ ایک شوہر کے لئے ایک دوست کے لئے ایک خاندان کے لئے غرض ہر حیثیت کے لئے اور ہر مرتبہ کے انسان کے لئے یکساں ہدایت رکھتی ہے۔ اسی طرح ہر ایک ملک اور شہر کا باشندہ ہر زمانہ اور ہر دور میں سیرت مبارکہ سے روشنی حاصل کر کے اپنی دینی اور دنیاوی نجات کے لئے سامان مہیا کر سکتا ہے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں غریبوں، یتیموں، بیواؤں بیکسوں اور لاوارثوں کے ساتھ جو سلوک کیا وہ ہمیشہ دنیا کو یاد رہے گا۔ اور اسلام اور مسلمانوں کے متعصب مخالفین سے بھی ہمیشہ خراجِ تحسین وصول کرتا رہے گا۔ یورپ کے مورخین جب ان واقعات کو قلم بند کرتے ہیں جن میں حضور انور نے کسی بیوہ کی امداد کی ہے یا کسی یتیم کو سہارا دیا ہے۔ یا کسی حاجت مند کی حاجت روائی کی ہے تو ان کی تحریریں خود بخود والہانہ جوش پیدا ہو جاتا ہے اور وہ اس کا اعتراف کرتے ہیں کہ حقیقت میں قرآن کریم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ للعالمین کا خطاب بالکل صحیح دیا ہے۔ آپ بے شک رحمت مجسم تھے آپ کا قلب بے انتہا رفیق تھا آپ کی [illegible] تمام [illegible] آپ کے [illegible] تھے۔ آپ کی سیرت مبارکہ پڑھ کر آج بھی ہزاروں غیر مسلموں کے قلوب اسلام کی حقانیت کے قائل ہو جاتے ہیں آپ کی [illegible] آپ کے احسانات سے [illegible] کی۔ قیصر و کسریٰ کی شہنشاہیت کو ختم کر کے [illegible]

Marfat.com

کو غلامی سے نجات دلا کر آزادی کی زندگی کا مزہ سوائے آپ کے اور کس نے چکھایا۔ جس وقت ایشیا سویا ہوا تھا۔ جس وقت افریقہ اور یورپ میں وحشت اور بربریت کا دور دورہ تھا۔ اس وقت فاران کی چوٹی سے آپ نے وہ صدا بلند کی جو تمام دنیا کے لئے پیغام حریت ثابت ہوئی۔ جن لوگوں نے یورپ کی تاریخ کا مطالعہ کیا ہے وہ خوب اچھی طرح جانتے ہیں کہ اگر اسلام کی تعلیمات افریقہ اور امریکہ سے ہوتی ہوئی اسپین اور اٹلی میں نہ پہنچتیں اور مسیحی دنیا کو خرمن اسلام سے خوشہ چینی کا موقع نہ ملتا تو آج یورپ کے باشندے افریقہ کے وحشیوں سے زیادہ وحشی اور ہندوستان کے گونڈوں اور بھیلوں سے زیادہ غیر متمدن نظر آتے۔ تاریخ نے بتا دیا ہے کہ دنیا میں امن و امان قائم رکھنے کے لئے اگر کوئی طریقہ ممکن ہے تو صرف یہ ہے کہ پیغمبر اسلام کی تعلیمات پر عمل کیا جائے۔ اسلام بنی نوع انسان کے لئے سب سے بڑی رحمت ہے۔ مسلمانوں نے جب تک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس تعلیمات پر عمل کیا تمام عالم میں ان کا ڈنکا بجتا رہا۔ اور اگر وہ آج بھی اپنے ہادیٔ برحق کو سیرت مبارکہ کو اپنے لئے مشعلِ ہدایت بنالیں تو دین حق اور دنیا دونوں میں ان کی نجات یقینی ہے۔

۹ اگست ۱۹۳۰ء

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ

یہ ایک قدرتی امر ہے کہ ہر کمال اپنے ظہور کے لئے اور ہر خوبی اپنی شہرت کے لئے اور ہر وصف اپنی نمائش کے لئے بے چین اور مضطرب ہے گویا یہ کلیہ بالکل صحیح ہے کہ ہر صفت کمال کا ذاتی اقتضا ظہور ہے گانے والے کا گلا اور ناچنے والے کے پاؤں کا اضطراب و اضطرار تو ضرب المثل ہے۔ لیکن حسن کی پردہ دری سے بھی دنیا واقف نہیں ہے اگرچہ عشاق نے اس کا۔ طلب غلط سمجھا اور حسن کو راز داری کے انکشاف کا طعنہ دے بیٹھے۔ حالانکہ حسن جیسی شریف صفت کی جانب اس قسم کا غلط الزام بالکل بے بنیاد و صریح بہتان ہے حسن کا ذاتی اقتضا تو اپنے ہی نقاب کا چاک کرنا تھا۔ لوگ یہ سمجھے کہ ہماری پردہ دری ہو گئی۔ عشق کے چھپانے والوں نے اپنی کم ظرفی حسن کے ذمہ لگا دی۔ اگرچہ بھید کے چھپانے کا صحیح طریقہ تو وہ تھا جو عربی کے ایک شاعر نے کہا تھا

انا المتیجب صبر الکتمان سرہ

فلیس لہ شئی سوی الموت ینفع

ان کم ظرفوں سے بھید بھی نہ چھپایا گیا۔ اور مرتے ہوئے بھی موت آئی تو اپنی بلا حسن کے سر تھوپ دی۔ حسن اپنی شہرت چاہتا ہے اسے اس سے بحث نہیں کہ اس کا اثر ایک گمنام عاشق پر کیا ہو گا۔ وہ عاشق کی رسوائی سے

لے جب کوئی عاشق اپنے بھید کو چھپانے پر قادر نہ ہو تو پھر اس کا علاج سوائے موت کے کچھ نہیں

Marfat.com

مستغنی ہے اس ایک چیز پر دوسرے کمالات و اوصاف کو بھی قیاس کیا جا سکتا ہے باکمال انسانوں سے گذر کر حیوانات بھی اس کلیہ میں شامل ہیں۔ بلبل کی ترنم ریزی اور پپیہے کی نغمہ سنجی بھی اسی کلی کے افراد ہیں اگرچہ بصیرت افروز نگاہیں اس امر سے بخوبی واقف ہیں کہ عالم امکان کے بسنے والوں کا ہر کمال فانی ہے کوئی کتنا ہی بڑا صاحب کمال کیوں نہ ہو لیکن اس کا کمال فنا کے عیب سے پاک نہیں ہے پھر اگر عیب آلود کمال بھی اپنے ظہور کے لئے مضطرب اور بے چین ہے اور چھپائے نہیں چھپ سکتا۔ تو حضرت حق جل و علا شانہ جو جملہ کمالات کے منبع اور تمام خوبیوں کے مرجع ہیں۔ جن کے اوصاف ازل سے ابد تک رہنے والے ہیں۔ اور جن کی صفات کمالیہ تعداد و لا یحصی ہیں وہ کیونکر خاموش رہ سکتے تھے۔ دنیا میں اب تک جو کچھ ہوا اور آئندہ جو کچھ ہوگا وہ انہی کی صفات کا اقتضا اور اس اقتضا کا ظہور ہے۔ چونکہ یہ اقتضا مشیت اور ارادہ کے تحت میں تھا۔ اس لئے اضطرار کے نقص سے مبرا و منزہ تھا۔ جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہوگا وہ سب کا سب اب تک ایک نظم اور حکیم مطلق کی صفات ارادی کے ماتحت ہوا اور آئندہ بھی جب تک چاہے گا ہوتا رہے گا۔ اس صفت خالقیت نے ہزارہا قسم کی مخلوق پیدا کی لیکن ان سب میں انسان کو اشرف المخلوقات کا خطاب دیا گیا۔ چونکہ انسان بیشمار کمالات کا آئینہ اور ملکات متضادہ اور صفات متقابلہ کا مجموعہ تھا۔ اس کو خلقت بیدی[1] کے مبارک خطاب سے نوازا گیا۔ ملائکہ صرف نور سے پیدا کئے گئے تھے۔ اور وہ فقط لطف و کرم کے مظہر تھے۔ اسی طرح جنات میں ناریت کا عنصر غالب تھا۔ اور وہ صفت

---

[1] میں نے آدم کو اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا ہے

استکبار کے متضاد مظہر تھے۔ لیکن انسان جس طرح عناصر متضادہ سے ترکیب دیا
گیا تھا۔ اسی طرح اس کی ترکیب میں بھی ملکات متقابلہ ودیعت کئے گئے تھے۔
ایک طرف تو تواضع اور اطاعت کا ظہور اس سے ممکن تھا اور دوسری طرف بارہ
انکار سرکشی اور نافرمانی کی طاقت بھی عطا کی گئی تھی۔ یعنی نیکی اور گناہ کی دونوں قوتیں
اس کی سرشت میں رکھی گئی تھیں۔ اسی وجہ سے تمام مخلوق میں امتیازی شان کے
ساتھ اوامر ونواہی کا مکلف بھی قرار دیا گیا ہے۔ جملہ کائنات کو اس کے لئے مسخر اور
مطیع کیا گیا۔ اور قدرت نے اس کو اپنے لئے چن لیا۔ ازل میں الست[لہ] بربکم کے
خطاب سے مخاطب فرما کر بلیٰ کا وعدہ لے لیا گیا۔ حضرت حق جل شانہ نے الطاف
وکرم نے اپنے بندوں کے اس حق کو تسلیم کیا کہ ہم اس وعدہ کی یاد دہانی بھی کریں
گے۔ لیکن اگر ہمارے رسول تم تک پہنچیں کہ تم کو یہ وعدہ یاد دلائیں اور تم کو ہماری ہدایت
کا پیغام پہنچا دیا جائے تو تم ان نبیوں کا پیغام قبول کرنا اور میری ہدایت کو قبول
کر لینا۔ لیکن اگر تم نے ہماری ہدایت کو قبول نہ کیا اور ہمارے پیغمبروں کی تکذیب
کی تو تم ابدی عذاب میں مبتلا کئے جاؤ گے اور قیامت میں تمہارا کوئی عذر
بھی مسموع اور مقبول نہ ہو گا۔[٢] یعنی اِمّا یاتینکم منّی ھدی فمن تبع ھدای فلا
خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔ والذین کفروا وکذبوا بآیاتنا اولئک اصحاب
النار ھم فیھا خالدون۔ قدرت کے اس اعلان نے انسان کو ہر قسم کا ذمہ دار
بنا دیا۔ اگر ایک طرف اس کے سر پر لقد کرمنا بنی آدم (ہم نے بنی آدم کو
معزز بنایا) کا تاج رکھا گیا تھا۔ اور ملائکہ مقربین کے [illegible]

لہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ ٢ اے اولاد آدم اگر تم کو میری ہدایت پہنچے تو
اور اس کی ہدایت کی [illegible] ان پر نہ خوف ہو گا اور نہ غم

و شرافت و عزت سے نوازا گیا تھا۔ تو اسی کے ساتھ اس امانت الٰہی کا سب سے بڑا ذمہ دار بھی مقرر کیا گیا اور نہایت ہی صاف طریقے سے کہہ دیا گیا کہ اولاد آدم دنیا میں جا کر اس وعدہ کو فراموش نہ کر دینا یہ تمام شرافتیں اسی وقت تک ہیں جب تک تمہاری جانب سے پوری وفاداری کا اظہار ہوتا رہے ورنہ یہ تمام نعمتیں سلب کر لی جائیں گی اور بجائے حسن التقویم کے اسفل السافلین کے گڑھے میں پھینک دیئے جاؤ گے۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت

ایک طرف قدرت اپنے کمال خالقیت کے ساتھ اشرف المخلوقات سے یہ عہد و پیما کر رہی ہے اور دوسری طرف اپنے وعدہ کی تکمیل کے لیے اسی مخلوقات میں سے کچھ ہستیوں کو نامزد فرما رہی تھی۔ جن کو آیندہ رشد و ہدایت کی خدمت تفویض کی جانے والی تھی۔ ان برگزیدہ ہستیوں میں قدرت کی نظر انتخاب نے جس کو سب سے پہلے چنا وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہستی اور آپ کا نور تھا۔ اللھم صل علی محمد و علی آل محمد۔

صبح ازل میں سب سے پہلے یہی نور جلوہ گر ہوا اور جب آدم صفی اللہ سے لے کر عیسٰی روح اللہ تک تمام انبیاء کی فہرست مرتب ہو چکی تو اس اول خلق اور عالم کون مکان کی سب سے مکمل تصویر کو باعتبار وجود ظہور آخری منبر پر رکھا

لوگ میری آیات کا کفر کریں گے اور جھٹلائیں گے تو ان کو آگ کا عذاب ہوگا۔ اور وہ اس عذاب میں ہمیشہ رہیں گے۔

گیا۔ واقفِ کارانِ قدرت اور رازدانِ حقیقت اس نکتہ کو سمجھ گئے اور انہوں نے یہ جان لیا کہ یہ سب سے پیچھے آنے والا ہی سب کا مکمل اور سب کا سردار ہے۔ اور آخر ایک دن دنیا نے دیکھ لیا کہ یہ جو کام جملہ انبیاء کی سعی اور کوشش سے ناتمام رہا ہو وہ اس اکیلے نے نہ صرف تکمیل کو پہنچا دیا بلکہ الیوم اکملت لکم دینکم (آج میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کر دیا) کا تمغہ بھی حاصل کر لیا۔ ظاہر بیں نگاہوں کو آخر ایک دن اپنی غلطی کا اعتراف کرنا ہی پڑے گا۔ اور انہوں نے صاف کہہ دیا کہ عالمِ وجود میں اول خلق کا سب سے پیچھے تشریف لانا اس کی عزت اور کمالِ محبوبیت پر موقوف تھا۔ خدانخواستہ اس تاخیر سے تنقیص مثبت مقصود نہ تھی۔

اے ختمِ رسل قرب تو معلومم شد
دیر آمدہ ازرہ دور آمدۂ

تاخیر کے مزید وجوہ

عالمِ انسان روحانی امراض میں مبتلا تھا ہر قسم کی بیماریوں نے ان کا احاطہ کر لیا تھا عالمِ میثاق کے عہد و پیمان کو یہ بدنصیب فراموش کر چکے تھے روحانی مصلح یکے بعد دیگرے علاج کے لئے آتے رہے لیکن مریض کسی طرح سنبھلنے میں نہیں آیا۔ برسوں کی محنت میں کسی نے ایک اور کسی نے دو کسی نے دس اور بیس یا سینکڑوں کے غسلِ صحت کا شرف حاصل کیا۔ اور سب کو جانے دو سب سے بڑے پیغمبر کلیم کی دوا سے جن کو آرام ہوا تھا ان کی بھی یہ حالت تھی کہ دریا کے پار ہوتے ہی بد پرہیزی کے لئے تیار ہو گئے اعادہ مرض کا ظہور ان الفاظ میں ہوا۔

اجعل لنا الٰھا کما لھم اٰلھۃ تا رہم کو ایسے ہی معبود بنا دو

جیسے اس قوم کے معبود ہیں۔ اکلیم اللہ ان کو اچھا چھوڑ کر طور پر جاتے ہیں طور

کی واپسی میں معمولی تاخیر ہو جاتی ہے اور بہت ہی قلیل عرصہ میں مریض کو دورہ

پڑ جاتا ہے۔ اور ایک بدنصیب ساحر کھڑے ہو کر تمام امت کو گمراہ کر دیتا ہے

واتخذ قوم موسیٰ من بعدہ من حلیھم عجلا جسدا لہ خوار موسیٰ کی قوم

نے اس کے بعد ایک گائے کے بنائے ہوئے بچھڑے کو معبود بنا لیا۔ جب کلیم اللہ

نے مریضوں کی یہ حالت دیکھی تو اس سے دیگر انبیاء علیہم السلام کے مریضوں کا

اندازہ بھی بآسانی ہو سکتا ہے اور جب کسی مریض کے علاج سے اطبار عاجز

آجائیں تو سب کے آخر میں سب سے بڑے طبیب کو بلایا جاتا ہے یہی وجہ تھی کہ

قدرت کی گوناگوں مصالح نے اس طبیب حاذق کو سب کے بعد مبعوث کیا

جس نے تیئیس ۲۳ سال کی قلیل مدت میں نہ صرف مریضوں کو صحیح اور تندرست

کر دیا۔ بلکہ ہر مریض میں دوسرے بیماروں کو چنگا اور اچھا کرنے کی صلاحیت بھی

پیدا کر دی اور ایک ایسے دار الشفار کی بنیاد قائم کی جو قیامت تک کے لئے

بیماروں کا کفیل و ضامن ہو گیا۔ اللھم صل علی محمد و علی آل محمد

بنی نوع انسان نے دنیا میں آکر ان عہود و مواثیق کو فراموش کر دیا۔ جو عالم

میں قسمیں کھا کھا کر مؤکد و موثق کئے تھے خدا تعالیٰ کی عام دعوت واللہ یدعو

الیٰ دار السلام سے ایسی بیزاری کا اظہار کیا۔ گویا اس دعوت سے

کوئی تعلق ہی نہیں ہے لیکن اس بیزاری کے باوجود قدرت نے بخل نہیں کیا

ل اور اللہ تعالیٰ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے۔

Marfat.com

یکے بعد دیگرے پیغمبروں کی معرفت ان کو دعوت کے مسلسل پیام بھیجے جاتے رہے ان بدبختوں نے جماعت داعیین کے ساتھ سخت بُرا برتاؤ کیا۔ بلانے والوں کو پتھر مارے گالیاں دیں، اور ان بیچاروں کے ساتھ نہایت ذلیل سلوک کیا آخر خاندان کے سب سے بڑے کو بھیجا گیا۔ اور یہ کہہ کر بھیجا گیا کہ اگر ان کی دعوت پر بھی کوئی نہیں آیا۔ تو اب مزید انتظار کا دروازہ بند کر دیا جاتا ہے اور آئندہ کوئی نہیں آئے گا۔ کیونکہ اب ان سے بڑا کوئی نہیں ہے ان کا سب سے پیچھے آنا، ان کے بڑے ہونے کی دلیل ہے۔ پس حضرت محمد رسول اللہ کی آخری بعثت آپ کی شان مرتبت کی دلیل ہے۔ جن سے ان تمام امور کی تکمیل کا ظہور مقصود تھا۔ جو اور دوسروں سے پورے نہ ہو سکے۔ حالانکہ وہ بھی اولُ العزم مرسل تھے۔ سینکڑوں برس کی عمریں ان کو عنایت کی گئی تھیں۔ باوجود ان تمام ساز و سامان کے بھی وہ اس منشا کو پورا نہ کر سکے۔ جو سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے تیئس ۲۳ سال کی تھوڑی سی مدت میں نہ صرف پورا کر دیا بلکہ دین حنیف کو ایسی بنیادوں پر قائم کر دیا۔ جو بندوں کی رہنمائی کے لئے قیامت تک کافی ہیں۔

بھلا جو ابتدائے آفرینش میں نبوت کے تاج کا شرف حاصل کر چکا ہو اور خلق آدم سے پیشتر ہی رسالت کے مبارک لقب سے ملقب کر دیا گیا ہو۔ ان کے متعلق یہ کیونکر گمان ہو سکتا ہے کہ اس کی بعثت کو موخر کرنا کسی خاص مصلحت کے ماتحت نہ تھا۔ ویسے تو یہ ابتدا وقت کی ابتدا اور ظہور کی انتہا تمام انبیاء کی صیانت و حفاظت کے یہی دو کونے ذمہ دار تھے گویا تمام انبیاء

ومرسلین رحمۃ للعلمین ہی کے دامن تربیت کے خوشہ چین تھے، اگر آپ سب سے آخر میں تشریف نہ لاتے تو ان کمالات ظہور ہی ناممکن تھا۔ جو بعثت کی تاخیر میں نمایاں ہوئے۔ تمام انبیاء کے تکمیل کنندہ کا فرض یہی تھا کہ وہ سب کے پیچھے تشریف لاکر اس کی تمام کمی کو پورا کر دے جس کے پورا کرنے کی ضرورت تھی کتب احادیث میں عموم پر نہایت مشرح طریقے سے شرح ہے جس میں آپ نبی اور انبیاء سابقین کی ایک مثال ان الفاظ میں بیان کی ہے۔[1] ان مثلی ومثل الانبیاء من قبلی کمثل رجل بنی بیتا فاحسنہ واجملہ الا موضع لبنہ من زاویۃ فجعل الناس یطوفون بہ ویتعجبون لہ ویقولون ھلا وضعت ھذہ اللبنۃ قال فانا اللبنۃ وانا خاتم النبیین۔

جب تک کسی مکان میں ایک اینٹ کی جگہ باقی ہے، وہ کامل مکان نہیں ہے دیکھنے والوں کی نگاہیں برابر اس خالی جگہ پر پڑتی ہیں اور وہ اس نقص کا باعث دریافت کرتی ہیں کہ آخر یہ مکان پایۂ تکمیل کو کیوں نہیں پہنچایا جاتا۔ اگرچہ تمام اینٹیں اپنی اپنی جگہ نصب ہیں لیکن بقول حضرت عیسیٰ علیہ السلام وہ کونے کا پتھر ابھی نہیں ہے۔ وہ کونے کا آخری پتھر اور قصر نبوت کی پچھلی اینٹ محض اس غرض سے مؤخر کی گئی کہ دنیا دیکھ لے اور یہ امر ظاہر ہو جائے کہ اس قصر کی تعمیر کا سارا دارومدار اور اس مکان کی تکمیل۔ اور ان سب اینٹوں کے کمالات کا انحصار اسی ایک اینٹ اور اسی ایک پتھر پر موقوف ہے جو آفتاب ازل کے طلوع ہونے ہی کے وقت صور علمیہ میں ممتاز ہو چکا تھا۔ اور جو یوم الست کی صبح کو بلیٰ کہنے والوں کا امام تھا۔ عالم کائنات کی تاسیس اور تعمیر کا پہلا پتھر وہ

Marfat.com

پتھر ہے جو اس خالی گوشہ کو پر کرے گا۔ اور ان تمام اینٹوں کی عزت و آبرو کا اصل سبب ہوگا۔ اس کی بعثت ان چشم براہ اور لاکھوں اینٹوں کے انتظام کو ختم کردے گی۔ پس جو تاخیر ظہور کمالات کا اصلی باعث ہو اس پر شبہ کرنا حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔

انبیاء سابقین کی شرائع

عالم ازل میں اعتراف ربوبیت کے وقت ہی حضرت حق سبحانہ کی جانب سے بعثت انبیاء و رسل کا وعدہ ان الفاظ میں کیا گیا تھا۔

یٰبنی آدم اما یاتینکم رسل منکم یقصون علیکم اٰیٰتی فمن اتقی واصلح فلا خوف علیہم ولا ھم یحزنون ۝ والذین کذبوا باٰیٰتنا واستکبروا عنھا اولئک اصحٰب النار ھم فیھا خٰلدون ۝

انسانی زندگی کا اصل مقصد جب ہی پورا ہو سکتا تھا۔ جب قدرت انسان کو پیدا کرنے کے بعد بھی اس کی روحانی تربیت کی ضامن ہوتی۔ اگر اس صفات غالبہ کے مظہر لوہیت و ملکیت کا مجموعہ تھا۔ اس کی حالت پر چھوڑ دیا جاتا۔ اور حضرت حق کی طرف سے کامل سرپرستی نہ کی جاتی تو انسان اخلاقی

ترجمہ: اے اولاد آدم اگر تمہارے پاس ہدایت کا پیغام پہنچے۔ تو یاد رکھنا جو میری ہدایت کی پیروی کرے گا اس پر کسی قسم کا خوف نہ ہوگا۔ اور جو لوگ میری آیتوں کا کفر کریں گے اور تکذیب کے در پے ہوں گے تو ان کو آگ کا عذاب ہوگا۔ اور وہ اس عذاب میں ہمیشہ رہیں گے

اصلاح سے یقیناً محروم رہتا اور یہ محرومی درحقیقت اس ابدی نعمت سے محرومی ہوئی جس کی بشارت ذیل میں دی گئی تھی۔ فلا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین ۵۔

(اس آنکھوں کی ٹھنڈک کو کوئی شخص نہیں جانتا جو ہم نے نیک بندوں کے لئے پوشیدہ کر رکھی ہے۔)

جس خدا نے طبیعت انسانی اور اعضاء انسانی میں اعتدال و تسویہ کا لحاظ رکھتے ہوئے صورت جسمیہ کو ترکیب دیا تھا۔ سچ تو یوں ہے کہ اسی خالق و مالک نے روحانی تربیت کا بھی پورا پورا انتظام کیا۔

پھر ایک نہ دو بلکہ ہزاروں اور لاکھوں انبیاء مقربین و مصلحین کو صرف اس لئے مبعوث کیا کہ وہ گم شدگانِ راہ ہدایت کے اور عاشقانِ ذات صمدیت و طلبگارانِ حیات ابدیت کی صحیح رہنمائی کریں۔ اپنے اپنے زمانے میں ہر نبی حیات طیبہ کا ایک کامل مجسمہ اور بہترین نمونہ بن کر آیا اور خدا کے گمراہ بندوں کو پکار کر کہا۔ ؎ انی لکم رسول امین فاتقوا اللہ و اطیعون۔

اے لوگو! خدا نے مجھے ان اخلاق و اوصاف پر پیدا کیا ہے۔ جو خدائے قدوس کے پسندیدہ ہیں۔ میرے خدا نے مجھے صرف اس لئے مبعوث کیا ہے کہ میں تم کو صبح ازل کی گفتگو یاد دلا کر تمہیں تمہارے وعدوں کا پابند بنا دوں۔ دیکھو تمہارا مبدا اور مرجع ایک ہی ہے تمہاری آمد و رفت نظام قدرت کے ماتحت ہے تم چند دن کے لئے اس عالم میں بھیجے گئے ہو۔ تاکہ اس امر کو ظاہر کر دیا جائے

؎ میں رسول امین ہوں۔ پس خدا سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

Marfat.com

کہ تم مادی زندگی میں مبتلا ہو کر کہاں تک دینی حقیقت سے آشنا رہتے ہو۔ شاید ہی کوئی ایسا عہد اور زمانہ بلکہ کوئی صدی اور سال ایسا ہوگا کہ جس میں یہ خدا کے برگزیدہ بندے اس عالم میں تشریف نہ لائے ہوں اور خدا کا پیغام اس کے بندوں تک پہنچایا ہو۔ اگرچہ دقیق اعتبار سے ان کی شرائع میں باہمی قدرے تفاوت بھی ہوتا تھا۔ لیکن اصول کے اعتبار سے یہ سب کے سب علاقائی بھائی تھے۔ اور ان سب کا ایک ہی کام تھا۔ ہر نبی روحانی اصلاح کی غرض سے آتا تھا۔ اور اپنے فرائض کو پوری قوت اور مستعدی کے ساتھ پورا کرکے رخصت ہو جاتا تھا۔ سعید روحیں اپنی گودیاں متاع ایمانی کی لازوال دولت و برکت سے پر کر لیتی تھیں لیکن محرومان ازلی ہمیشہ استہزار و تمسخر اور طعن میں مبتلا رہتے تھے اور آخر اس ناکامی کی موت مرجاتے تھے جو ایک زمانے کے لئے سخت ذلت و رسوائی کی موت ہے۔ یحسرۃ علی العباد ما یاتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزءون۔

بارِ عزاسمہٗ کی ربوبیت عالیہ کا یہ کتنا بڑا احسان ہے کہ اس نے انسانی ہدایت کے تمام ذرائع انسان کے لئے مہیا کر دیئے۔ لیکن اے بدقسمت انسان! تو نے اپنے طغیان و سرکشی کے مقابلہ میں کسی ایک احسان کی بھی قدر نہ کی۔ تو نے ان برگزیدہ پیغمبروں کی آواز کو اپنی عارضی قوت اور جاہلانہ حرکتوں سے دبانے کی کوشش کی تو حق کے مقابلہ میں باطل کی فوج لے کر صف آرا رہا۔ تو نے خدا کے معصوم بندوں کو ہر قسم کی تکلیفیں دیں اور افسوس تو اس کا ہے کہ تو ان تمام ذلیل اور کمینہ حرکات کو اپنی بہت بڑی کامیابی سمجھا۔ تو نے ان برگزیدہ ہستیوں میں سے

بعض کو قتل کر ڈالا اور بعض کو زخمی کر دیا بہت سوں کو گالیاں دے کر سر بازار ذلیل کیا اور ان فرشتہ انسانوں کے حق میں تو نے ہر قسم کی برائی کو جائز اور مستحسن سمجھا

اے غدار انسان! کیا خالق و مالک کے احسانات کا یہی حق تھا جو تو نے ادا کیا کیا تیرے ہاتھ کی بنائی ہوئی تصویریں اور پتھر کے مجسمے اور تیری ناقص عقل کے مختلف فیہ قانون اور تیری موجودہ مادی زندگی یہ تمام چیزیں اس قابل تھیں کہ ان پر خدا کی پاک تعلیم اور فرستادوں کی صحیح اور معصوم زندگی قربان کر دی جاتی کیا ان معصوم مرسلین کی آبرو اسی لائق تھی کہ تیری خانہ ساز صنعت پر اس کو نثار کر دیا جاتا۔ اللہ اللہ تیری اور خدا کی رحمت۔ اف رے کافر۔ اُف رے نافرمان

قتل الانسان ما اکفرہ۔

خاتم المرسلین بعثت

اس سلسلہ انبیاء کو حضرت حق جل شانہ نے ایک ایسی مقدس ہستی پر ختم کیا جس کے بعد نہ اس قانون کی مثل کسی قانون کی ضرورت ہے اور نہ اس جیسی کسی نبی کی بعثت کی حاجت ہے۔ جب عالم کون کا ظہور ہی ارادے اور مشیت کے ما تحت تھا تو ازل میں اس کی عمر بھی محدود کر دی گئی تھی جب کائنات کی بنیاد ہی فنا پر قائم ہے تو ایک دن اس کو ضرور فنا ہونا ہے پھر جس کے لیے یہ بزم آرائی کی گئی تھی۔ اس صدر الصدور کی آمد بھی ضروری تھی۔ ادھر دنیا اپنی مادی ارتقاء کی منزلیں بھی پوری کرنے والی تھی۔ قدرت نے ٹھیک اسی دور کی ابتدا

میں جبکہ مادیت کی انتہا ہونے والی تھی، اس انتہائی روحانیت کو مبعوث کیا اگر مادیت بجلی اور بھاپ کے کھیل کھیلنے کو تیار تھی اور اس طرح آہستہ آہستہ ترقی کے دور کو پورا کرکے فنا کے قریب ہونے والی تھی تو روحانیت کی تکمیل بھی لازم تھی تاکہ خدا کی حجت دنیا کے بسنے والے انسانوں پر پوری ہو جائے اور کل کسی ذی عقل کو یہ کہنے کا موقع نہ رہے کہ "انا کنا عن ھذا غافلین" جب خدا کی چھپی ہوئی مادی طاقتیں ظہور پذیر ہونے والی تھیں تو کوئی وجہ نہ تھی کہ قدرت کی روحانی طاقت جو ازل سے اس کی نظر انتخاب میں چھپی ہوئی تھی ظاہر نہ ہوتی۔ ادھر یورپ نے مادیت میں قدم بڑھایا ادھر دنیا میں ایک بے سروسامان قوت کا ظہور ہوا جس نے بجلی کی لکیروں پر فاران کی وادی میں۔ ریگ ریتلی زمین پر بلا کسی وسائل و ذرائع کے وہ مکمل قانون مرتب کیا جس سے یورپ کے ملحدوں اور دہریوں کی گردنیں جھک گئیں۔ مادہ پرست یورپ نے آخر عاجز آکر قانون محمدی کے آگے اپنے ہتھیار ڈال دیئے شکست کا اعتراف کرلیا۔ لارڈ میکالے کی تدبیرات نے ہزاروں ترمیمیں قبول کرلیں لیکن حجاز کا ریگستانی اور تیرہ سو برس کا قانون آج بھی ایسا مکمل ہے گویا آج ہی بنا ہے۔ اللھم صلی علی محمد و علی آل محمد

آج یورپ ہوا میں اڑ رہا ہے۔ بھاپ و بجلی کی مادی طاقت کے بھروسے پر فرعون و نمرود کی طرح خدائی دعوے کر رہا ہے۔ لیکن حجاز موجودہ تہذیب سے ناآشنا ہے۔ وہاں کے باشندے ابھی تک موٹر، ہوائی گاڑی اور ٹیلیفون کو "الشیطان یتکلم فیہ" کہتے ہیں۔[ع] علاوہ تیرہ سو برس پیشتر کی خطہ زمین تہذیب و تمدن

[ع] علوم جدید سے غافل اور بے پرواہ تھے۔ مطلب اس میں شیطان بولتا ہے

کسی قدر نا آشنا ہوگا۔ اس زمانے کے بدعنوان تہذیب کا تصور کرو۔ اور پھر ہوئی آمنہ کے یتیم بچہ کا قانون رکھ کر انصاف سے کام لو وسائل کے فقدان اور اس کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے خدا را انصاف کرو۔ کیا یہ ایک انسانی عقل کا کرشمہ ہے۔ کیا کوئی انسان ایسا مکمل قانون دنیا کی تہذیب سے آشنا ہو کر بنا سکتا ہے آج یورپ کی مادیت مسیحت کو ختم کر چکی ہے۔ ہندو دھرم ٹکڑے ہو چکے ہیں۔ لیکن اس سیلاب کے زمانہ میں صرف ایک اسلام ہے جو یورپ کی مادیت کا پورا مقابلہ کر رہا ہے اور میں کہہ سکتا ہوں کہ اس سیلاب کو دہریت نواز موجود طغیانی اسلام کی ایک اینٹ بھی نہیں ہلا سکتی۔ کیا اس سے بڑھ کر اسلام کی صداقت کے لئے کوئی دلیل ہو سکتی ہے۔ عیسائی مسیحت سے اور ہندو ویدک دھرم سے تنگ آ چکے ہیں۔ لیکن مسلمان آج پھر از سر نو تبلیغی مذہب کی اشاعت کے لئے سرکف نظر آتے ہیں اور میں صاف طور پر عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ اس بیسوی صدی میں ہر سوسائٹی کے خانہ ساز مذہب کا زندہ رہنا مشکل ہے۔ ہر قسم کے جدید و قدیم مذہب بازار کی منڈی میں آ چکے ہیں۔ اب دنیا دیکھ لے گی کون سا مال زیادہ فروخت ہوتا ہے کفر و الحاد کے شیدا ئیو! تم کب تک دنیا کو دھوکہ میں رکھ سکتے ہو۔ تم اپنے نفس کو خود تو دھوکہ دے سکتے ہو۔ لیکن دنیا کے کروڑوں انسان ہمیشہ دھوکہ نہیں کھا سکتے آج سے تیرہ برس پہلے خدا کے ایک برگزیدہ اور مقدس بندے نے حجاز مقدس و مطہر زمین میں ایک چھوٹی سی پہاڑی کی چوٹی پر جو صدا بلند کی تھی وہ آج ہر ایک شہر اور قریہ میں گونج رہی ہیں وہ آواز کوئی نئی آواز نہ تھی۔ بلکہ وہ دین الٰہی کا وہ پیام تھا جو ہر زمانہ میں خدا کے مقدس نبی خدا کے

Marfat.com

بندوں کو پہنچاتے رہے ہیں۔ اب سے بہت پہلے کلیم اور خلیل بھی اسی پیغام کے پیغامبر
بن چکے تھے۔ آج تک ہزاروں لاکھوں نبی مبعوث ہو چکے ہیں۔ جب تک دنیا کے
انسان ابتدائی منازل میں تھے۔ تو ان کے لئے قانون الٰہی بھی مختصر اور سادہ تھا۔

لیکن جب دنیا ایک آخری کروٹ لینے والی تھی اور ارتقا کا آخری منظر اپنی انتہائی
شکل میں پیش ہونے والا تھا تو اس زمانے کی ہدایت کے لئے بھی ایسے ہی انسان کی ضرورت تھی جو دنیا
کے سامنے انسانی زندگی کا ایسا بہترین نمونہ پیش کرے جس سے دنیا آج تک ناآشنا تھی قدرت
نے اسی دن کے لئے اس گوہر بیش بہا کو چھپا رکھا تھا۔ ادھر مادہ پرستوں نے بالکل نئی اور تحقیقی
معلومات کا ذخیرہ بہم پہنچایا، اور ادھر خالق کائنات نے روحانیت کی ایک ایسی نوکھی تصویر پیش
کی جس کو دیکھ کر نئی ایجادات و جدید اختراعات کے موجدین کی عقول متحیر ہو گئیں۔

اس کی امانت و دیانت و اس کی صداقت ذکاوت پھر اس کی خداداد فہم و فراست اس
کی اعجاز بیانی شجاعت و دلیری روحانیت سخاوت اور اسی قسم کے ہزارہا اوصاف نے کفار مکہ کو ہی متحیر و
عاجز نہیں کر دیا تھا بلکہ اغیار کو۔ لندن پیرس و جاپان کی فلاسفر اہل ہند بھی آج اسی طرح متحیر ہیں
جس طرح کسی زمانے میں ابوجہل ابولہب اور ولید بن مغیرہ جیسے سرکش کافر متحیر تھے۔ قوم پرستی
کے مردود و ملعون جذبہ سے قطع نظر کر لیا جائے تو آج کونسا دل ہے جو کمالات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا معترف
نہیں ہے۔ دنیا میں وہ ایک ہی انسان تھا جس کو قدرت نے اپنی گوناگوں صفات کا کامل آئینہ بنا کر بھیجا تھا۔
اس کی تعلیم اگر ایک طرف حقوق اللہ کی ضامن تھی تو دوسری طرف اسی آب و تاب کے ساتھ حقوق العباد کی بھی
کفیل و ضامن تھی اس کا دین نہ تو محض روحانی تھا اور نہ محض مادیت کا حامی بلکہ وہ جو کچھ دنیا کے سامنے
پیش کرنے کو لایا۔ وہ دین دنیا کا مجموعہ تھا وہ خود حیات انسانیہ کا ایک مکمل و کامل نمونہ تھا۔ پھر اس نے
بعثت کے بعد جو تعلیم دنیا کے سامنے پیش کی وہ ایسی کامل اور بے نقص تعلیم تھی جس پر عمل پیرا ہونے

ہی سے ایک انسان صحیح انسان کہلانے کا مستحق ہو سکتا ہے۔

کیا دنیا نے خدا کے اس مقدس اور برگزیدہ انسان کی زندگی کا اب تک مطالعہ نہیں کیا۔ آج محمد رسول اللہ علیہ وسلم کی مقدس سیرت گھر گھر پہونچ چکی ہے شاید ہی آج سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہر متنفس کے سامنے پیش ہو چکی ہے اس مقدس پیغمبر کی زندگی کے لئے اسفار و دواوین بھی کافی نہیں ہیں تمام انبیاء سابقین اس کے فضائل واوصاف اپنی امتوں کو سناتے رہے۔ کتب سابقہ کا مطالعہ کرنے والوں سے یہ امر پوشیدہ نہیں ہے کہ باوجود تحریف تبدیلی کے ان کتابوں میں صدہا بشارات موجود ہیں اتنی وسیع زندگی کے لئے یہ چند اوراق کیونکر متحمل ہو سکتے ہیں ہر چند کہ اس حیات طیبہ کی ورق گردانی، اعادہ مکررات کے مرادف ہوگی لیکن لمعمی المسک ما کررتہ یتضوع حضور کی زندگی کے واقعات کو بار بار ذکر کرنا ایسا ہے جیسے کوئی مشک بار بار ہلائے۔ جتنی مرتبہ کوئی مشک کو حرکت دیگا اتنی ہی خوشبو زیادہ ناظرین ایک دفعہ روح محمد رسول اللہ پر درود خوانی کریں تو ایک بہت ہی مختصر خاکہ پیش کرنے کی عزت حاصل کروں۔ اللھم صلی علی محمد و علی آل محمد۔

ما ان مدحت محمداً بمقالتی ٭ ولکن مدحت مقالتی بمحمد

مرحبا صل علی ہستم ثنا خوان رسول ٭ صد سلام من بجسم پاک وبرجان رسول

لہ وہ مشک ہے کہ اس کو جتنا الٹ پلٹ کرو زیادہ خوشبو دیتی ہے۔ ؎ نہیں کہا میں نے محمد کی مدح میں کوئی معقول لیکن میرے مقولے کی مدح ہو گئی محمد نام سے ؎ مرحبا صل علی کہیں بھی ثنا خوان رسول ہوں میری جانب سے رسول پاک کے جسم اور انسان کی جان پر سینکڑوں سلام ہوں

Marfat.com

ملے صبا پیک مشتاقاں ببر گاہ نبی گو سلامت دست بستہ بیش با بوسلو

دیکھنا وہ چھوٹا سا ایک بچہ ایک چھوٹا سا عمامہ باندھے ایک لمبا سا کرتہ پہنے ایک چھوٹی سی قمچی لئے ہوئے حلیمہ کی بکریاں چرا رہا ہے یہ وہ بچہ ہے جس کو ازل میں سب سے پہلے نہ صرف اول خلق کا منصب جلیلہ عطا ہوا تھا بلکہ وہ نبوت کی عزت سے پیدا ہوتے ہی نوازا جا چکا تھا جب کوئی بھی نہ تھا تنہا خالق کی یہ تنہا مخلوق اکیلی ہی سبوح قدوس کا وظیفہ پڑھ رہی تھی تو خدا اسے امام الاولین و آخرین کے خطاب کا مخاطب بنا چکا تھا۔ یہ بکریوں کا چرواہا ...... یعنی دنیا کے تمام انسانوں کا رکھوالا آج حلیمہ کے جنگل میں اس شان سے پھر رہا ہے۔ لیکن دوسرے دن یہی برگزیدہ انسان شام کے بازاروں میں مکہ کی ایک شریف خاتون کا وکیل بن کر تجارت کر رہا ہے۔ نہ معلوم اس امی اور بکریاں چرانے والے کو یہ بہترین طریقہ کس نے سکھا دیا ہے مکہ میں کوئی تجارت اسکول بھی نہیں ہے اور قبیلہ سعد کے باشندے تو صحیح گنتی بھی نہیں گن سکتے۔ پھر اس نوجوان نے یہ تجارت کا ڈھنگ کہاں سے سیکھا کوئی ہے جو اس معمے کو حل کرے۔

تجارت کو ابھی چند ہی دن گزرے تھے کہ غار حرا میں عبادت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ایک غار کی عزلت نشینی اور پھر وہ بھی متواتر کئی مہینے ایک انسانی سمجھ تو اس بھید کے سمجھنے سے یقیناً قاصر ہے۔ یہی عزلت نشینی ایک دن ناموس اکبر کی ملاقات کا ذریعہ بن گئی اور ابن نوفل نے وہ سب کچھ ظاہر کر دیا۔ جو ابھی تک پوشیدہ تھا

لہ اے صبا تو مشتاقوں کا پیغام لے کر نبی کی درگاہ میں ادب سے ہاتھ باندھ کر رسول کے محل کے سامنے۔

ورقہ نے نبوت کے متعلق تو جو کچھ کہا وہ کہا۔ لیکن ایک ایسی بات بھی کہہ دی جس کا سان وگمان بھی نہ تھا۔ [1] یالیتنی اکون حیاحین یخرجک قومک یہ سن کر حضور نے متعجبانہ لہجہ سے پوچھا کیا میری قوم مجھ کو جلاوطن بھی کرے گی۔ لیکن ورقہ نے نہایت اطمینان کے ساتھ فرمایا [2] لم یات رجل بما جئت بہ الا عودی

دیکھنے والو! ذرا دیکھنا وہ جبل الوقبیس کی چوٹی پر خدا کا مبلغ ایک کمبل کا کرتہ پہنے عمامہ باندھے کیا کہہ رہا ہے۔ بہ یکایک حاضرین نے گالیاں کیوں دینی شروع کر دیں اس پر پتھروں کا مینہ کیوں برسنے لگا۔ آخر اس نے کسی کو کیا کہہ دیا۔

صبح کے سہانے وقت میں جب کہ لوگ میٹھی نیند میں ٹھنڈی ہوا کے مزے لوٹ رہے ہیں امت کا یہ ہادی مکہ کی گلی میں [3] قولوا لا الٰہ الا اللہ اور قوا انفسکم واھلیکم نارا کی صدائیں لگا رہا ہے۔ لوگ رات کو سرہانے پتھر رکھ کر سوئے ہیں تاکہ صبح کو ان کے مقدس پاؤں کو زخمی کر دیں جو رات بھر خدا کی عبادت میں اپنے مولیٰ کے سامنے۔ [4] ومن اللیل فتہجد بہ کے حکم کی تعمیل کے لئے کھڑے رہے ہیں۔ خدا کا یہی مبلغ اعظم جنگ بدر میں ایک بہترین جرنیل اور جنگی لاٹ کے فرائض انجام دے رہا ہے اور اس خوبی سے فوجوں کو تربیت دی ہے کہ تین سو تیرہ کی قلیل تعداد نے ایک ہزار مسلح فوج کو پسپا کر دیا ہے۔ کیا مدینہ میں کوئی حربی کالج تھا۔ اگر نہیں تھا تو یہ جنگ کا طریقہ آخر کس کی تعلیم کا نتیجہ تھا جس کے ایک ایک لفظ سے شجاعت کے دریا امنڈ رہے ہیں۔

---

[1] کاش میں اس وقت زندہ ہوتا جب کہ تیری قوم تجھ کو مکہ سے نکالے گی۔ [2] کوئی بات نہیں ہے جو سب کے ساتھ ہوا ہے وہ تمہارے ساتھ بھی ہوگا [3] کہو اے لوگو، نہیں ہے کوئی خدا مگر اللہ اللہ بچاؤ تم اپنے نفسوں کو اہل و عیال کو آگ سے [4] رات کے کچھ حصہ میں تہجد کی نماز پڑھو۔

Marfat.com

؎ والذی نفسی بیدہٗ لاخرجن وان لم یخرج معی احد ۔ اس شجاعت

جری کیکر نے سامعین پر جو اثر کیا وہ ان ہزیمت خوردہ کفار سے پوچھو جو میدان جنگ میں آنے سے

پیشتر ہی بھاگ گئے اور خدا تعالیٰ مسلمانوں کو کامیاب صحیح سالم واپس لے آیا ۔ فانقلبوا بنعمۃ

من اللہ وفضل لم یمسسھم سوء واتبعوا رضوان اللہ ۔

غزوہ احزاب میں ؎۲ امی لقب پیغمبر کی سیاست دانی کا یہ ادنیٰ کرشمہ تھا ۔

کہ کفار کے لشکر میں پھوٹ پڑ گئی اور صبح سے پیشتر ہی سب لوگ گم ہو کر بھاگ گئے ۔ غرض کیا

مبارک زندگی ہے جس میں ہر چیز علی وجہ الاکمل موجود ہے حلیمہ کے گھر میں بکریاں چرانا شام

میں تجارت کرنا ۔ غار حرا میں خاموش عبادت بجا لانا ۔ طائف کی چوٹی اور مکہ کی گلیوں میں

تبلیغ کرنا میدان جنگ میں سپہ سالار ہونا مسجد کی محراب میں نمازیوں کا امام بننا اور

ممبر پہ بہترین لیکچرار کے فرائض انجام دینا اور مسجد کے صحن میں قاضی اور جج بن کر فیصلہ

کرنا ۔ پھر بیوی عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں رات کو اتنی عبادت کرنا کہ قدم مبارک سوج کر

پھٹ جائیں ۔ حتیٰ قمعت قدماہ ان تمام اوصاف حسنہ کے باوجود بہترین

مقنن جس کے آگے دنیا کے مقننین سربسجود ہو کر اپنے عجز کا اعتراف کر چکے ہوں ۔

پھر لطف یہ ہے کہ امی ہیں بے پڑھے لکھے ہیں تختی قلم دوات کی صورت بھی نہیں

دیکھی سلیٹ پنسل کبھی نظر سے نہیں گذری کسی استاد کو شاگرد کا فخر بھی میسر

نہیں ہوا ۔ ان تمام وسائل ترقی کے فقدان کے باوجود سب کچھ ہیں اور ایسے ہیں کہ

تمام دنیا کو ملا کر وزن کیا جائے تو سب پر بھاری ہیں ۔

؎ قسم اس ذات کی ہے جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر کوئی میرے ساتھ چلا

تو میں تنہا لشکروں سے لڑنے جاؤں گا ۔ ؎ مسلمان اللہ تعالیٰ کی نعمتیں لے کر واپس لوٹے اور

ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچا

ٔ نگار ما بمکتب نرفت و خط ننوشت   بغمزہ مسئلہ آموز صد مدرس شد

و علمک مالم تکن تعلم و کان فضل اللہ علیک عظیما۔

آخر یہ سب کچھ کہاں سیکھا۔ کس نے سکھایا دنیا کی تہذیب سے کوسوں دور بیٹھ کر قیامت تک کے لئے قانون کس تعلیم سے بنایا کفر الالحاد کے غلامو۔ بولو۔ آخر آج دنیا کی زبانیں کیوں گنگ ہیں۔ اس کے قرآن کا اس کے قانون کا اس کے مقدس تعلیم کا اس کی روحانیت و اخلاق کا اگر جواب رکھتے ہو تو پیش کرو۔ چودہ سو برس میں بھی اس بے مثل کا مثیل اور اس بے نظیر کا نظیر تمہاری متجسّسانہ نظریں تلاش کرنے سے قبل عاجز ہیں تم نے زمین کا کونہ کونہ چھان مارا ہے۔ آسمان پر بھی میلون اڑ چکے ہو۔ زہرہ اور مریخ سے خط و کتابت کا فخر رکھتے ہو۔ چاند کی دنیا میں کودنا چاہتے ہو۔ یہ سب کچھ کر چکے لیکن آج تک ایک انسان کا جواب میسر نہ آسکا۔ اگر اس دور ترقی میں تم کو اس جیسا انسان نہیں ملتا تو اس کی رحمت کا صدقہ ہے کہ تم زمین پر چلتے ہو اور ہوا میں اڑتے ہو اسی کا صدقہ ہے کہ تم کو ٹھنڈا پانی اور گرم روٹی مل رہی ہے۔ وہ نہ ہوتا تو کچھ بھی نہ ہوتا یا وہ ہوتا لیکن عالمین کے لئے رحمت نہ ہوتا تو دنیا کے کسی کافر کو بھی اطمینان میسر نہ ہوتا خدا کی قسم تم نے تو ابھی یہ بھی نہیں سمجھا کہ وہ کیا تھا۔

ٔ مصلحت نیست کہ از پردہ برون افتد راز   ورنہ در محفل رندان خبرے نیست کہ نیست

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین

یکم جولائی ۱۹۶۲ء

ٔ ہمارا لکھنے والا اس پر فخر کرنے والا ایسا شخص ہے جو نہ مدرسہ میں گیا اور نہ اس نے خط لکھنا سیکھا اور مسلوں کے غمزہ میں پڑ گیا اور مدرس اول ہو گئے محمد ہم نے آپ کو سکھایا۔ اور آپ پڑھے لکھے بالکل نہ تھے اور خدا تعالیٰ کا فضل و کرم آپ پر بہت بڑا ہے۔

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مختصر حالات

دعوت وتبلیغ اور رشد وہدایت کے سلسلہ میں جو منزل کراکثر ارتقائی آتی وہ ایمان لانے والوں کی جان اوران کے مال کا تحفظ تھا۔ بربادی اور [illegible] یہ ضروری ہے کہ وہ جب اپنے مذہب کی تبلیغ شروع کرے تو یہ سوچ لے کہ جو لوگ [illegible] مذہب کو قبول کریں گے ان کی حفاظت اور صیانت کا انتظام کیا ہوگا۔ یہ وہ اہم [illegible] چیز ہے جو اپنی زندگی میں ہرایک پیغمبر کو پیش آتی رہی۔ اور اس [illegible] محفوظ نہیں رہا اور نہ کوئی ایسا شخص محفوظ رہ سکتا ہے جو کسی نئے مذہب [illegible] کا موجد اوران کا مبلغ ہو آج بھی آپ کوئی تحریک شروع کرکے دیکھ لیجئے۔ [illegible] تمام دنیا تو آپ کی کسی تحریک سے بھی اتفاق نہیں کرسکتی۔ لیکن کچھ لوگ یقیناً آپ کی تحریک کا خیر مقدم کرتے ہوئے اسے قبول کریں گے قبول کرنے والوں کے مقابلہ میں ایک جماعت آپ کی اور آپ کے ہم خیال لوگوں کی مخالف بھی ہوگی اور مخالف یقیناً آپ کی جماعت کو مٹانے کی کوشش کریں گے۔ اس وقت آپ کا یہ اخلاقی فرض ہے کہ آپ اپنی جماعت کو دشمنوں سے محفوظ رکھنے کی ہر امکانی تدبیر اختیار کریں۔ یہی حالت ہر ایک زمانے میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو پیش آتی رہی۔ دنیا ان کے متبعین کو [illegible] کی تکلیف پہنچانے کے لئے آمادہ رہی اور وہ بے چارے مجبور ہوکر اپنی مٹھی بھر جماعت کو ان موذیوں سے بچانے کی تدابیر اختیار کرتے رہے۔

انبیاء کا پہلا وعظ ۔ سلسلہ نبوت کے تمام بزرگوں پر نظر ڈالئے تو ان کا پہلا [illegible]

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۸ مصلحت نہیں ہے کہ راز پردہ سے باہر آئے ورنہ رندوں کی محفل میں کوئی کام ایسا نہیں ہے کہ [illegible]

یہی آئے گا کہ وہ اوّل خدا کی توحید پر درس دیتے تھے اور ان کا دوسرا فقرہ یہ ہوتا تھا کہ میں خدا کی طرف سے مبعوث ہو کر آیا ہوں میری اطاعت اور فرمانبرداری کرو۔ اِنّی لکم رسول امین فاتقوا اللہ واطیعون۔

اگرچہ پیروی اور اطاعت کے سلسلہ میں ہر پیغمبر نے اپنی پوزیشن کو صاف کرتے ہوئے یہ ضرور فرمایا کہ میں اپنی پیروی کا حکم کسی دنیاوی لالچ یا حصول زر کی غرض سے نہیں دیتا، بلکہ میرا اجر تو اس خدا کے ذمہ ہے جس نے مجھ کو مبعوث کیا ہے وما اسئلکم علیہ من اجران اجری الا علیٰ رب العلمین ہ۔

ایک آدمی اور داعی مذہب کا یہ اتنا صاف اور صریح بیان ہے کہ اس کے بعد پھر کسی قسم کی بدگمانی اور سوء ظنی کی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی تھی۔ لیکن جن بدنصیبوں کو خدا کی ذات و صفات میں اس کی مخلوق کو شریک کرنے کا چسکا اور اپنے اقتدار کے قیام کا مزہ پڑ گیا ہے، ان کے لئے دونوں باتیں ناقابل عمل بلکہ موت کے مرادف تھیں۔ خدا پر ایمان لانا اور اس کی توحید کا قائل ہو جانا اور اپنی اور اپنے آبا و اجداد کے جاہلانہ معتقدات کی توہین سمجھتے تھے۔ ان کا دماغ شرک کی نجاست سے اس قدر آلودہ ہو چکا تھا کہ انکی سمجھ میں یہ بات ہی نہ آتی تھی کہ ایک اکیلا خدا انسان کی بہت سی ضروریات کی کفالت کیونکر کر سکتا ہے۔ خدائے قدوس کا تخیل ان کے دماغوں میں اپنے پتھریلے بتوں سے زیادہ نہ تھا۔ صرف چھوٹے بڑے کا فرق کرتے تھے۔ باقی خدا کو وہ ایک محدود قوت و طاقت کا مالک سمجھ کر یہ سوچا کرتے تھے کہ وہ تنہا ہماری مشکلات و ضروریات کے لئے کس طرح کافی

سہ میں ایک پیغمبر ہوں اور خدا کی وحی اور اس کے احکام کا امانت دار ہوں۔ لہٰذا خدا سے ڈرو اور میری پیروی کرو۔

Marfat.com

ہو سکتا ہے۔ ان کے نزدیک ایک انسان کا بدترین گناہ صرف یہ تھا کہ وہ تمام معبودوں کو ایک خدا میں ضم کر دے۔ یہ چیز اتنی خطرناک تھی کہ وہ سب کچھ کرنے کو تیار تھے لیکن اپنے تمام فرضی خداؤں کو ایک خدا میں جذب کرنے کے لئے آمادہ نہ تھے وہ انبیاء کے درسِ توحید کو سخت حیرت سے سنتے اور اس پر تعجب کرتے تھے۔ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ[1] یہی وجہ تھی کہ وہ انبیاء کی مخالفت کو اپنا اخلاقی و مذہبی فرض سمجھتے

اقتدار کا سوال دوسری بات جو کفار کو سب سے زیادہ شاق تھی وہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت تھی یہ چیز ان کے لئے پہلی مصیبت سے بھی زیادہ تھی۔ وہ اپنے شخصی اقتدار کو اس قدر ضروری سمجھتے تھے کہ اپنے مقابلہ میں کسی دوسرے کے اقتدار کو سخت خطرے کی نظر سے دیکھتے تھے۔ ان کو اندیشہ تھا کہ کہیں پیغمبروں کا اقتدار ہمارے اقتدار اور ہماری شخصیت کو فنا نہ کر دے اس لئے ہر زمانے کے شخصیت پسند انسان ہر نبی کی مخالفت کرتے اور لوگوں کو نبی کے اتباع سے باز رکھتے تھے، ان کے سامنے یہ سوال اس قدر اہم تھا کہ وہ اس پر بے دریغ خدا کے ایک پیغمبر کی عزت کو قربان کر دینا اپنے لئے فخر خیال کرتے تھے، وہ صرف نبی ہی کی توہین کو اپنے لئے مایۂ ناز نہیں سمجھتے تھے بلکہ نبی اور نبی کے متبعین دونوں کو ذلیل خیال کرتے تھے اور بعض دفعہ اپنے ایمان نہ لانے کی وجوہات میں اس کا بھی ذکر کیا کرتے تھے کہ بھلا ہم ایسے شخص پر کس طرح ایمان لا سکتے ہیں جس کے اوپر نیچ کے ذلیل اور رذیل لوگ ایمان لاتے ہیں۔ قَالُوْۤا اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ[2]۔

---

[1] کیا تمام خداؤں کو ملا کر ایک کر دیں تو یہ عجیب و غریب چیز ہے جس کے لئے ہم ہرگز تیار نہیں ہیں ۱۲۔ [2] کفار نے کہا کہ ہم آپ پر کیسے ایمان لائیں آپ پر تو دنیا بھی کے ذلیل لوگ ایمان لائے اور آپ کے متبعین نیچ کار اور رذیل ہیں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ اگرچہ امم سابقہ کے مقابلہ میں ایک روشن خیال زمانہ سمجھا جاتا ہے۔ دنیا پہلے سے کسی قدر مہذب ہو چکی ہے۔ لیکن کمبخت اقتدار کا سوال اس زمانہ میں بھی موجود ہے۔ ابوجہل اور مسعود ثقفی کے مقابلہ میں حضرت عبدالمطلب کے پوتے کا اقتدار برداشت نہیں کیا جاتا۔ ان دونوں شخصیتوں کے مقابلہ میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک ناتجربہ کار لڑکا بتایا جاتا ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ بڑے لوگوں کی موجودگی میں نبوت کا استحقاق اس کو کیونکر مل گیا۔ اگر خدا کو قرآن نازل ہی کرنا تھا تو پھر مکہ اور طائف کی عزت دار شخصیتوں کو اس کے لئے کیوں نہ منتخب کیا گیا۔ لولا نزل هذا القرآن علی رجل من القریتین عظیم[1]۔

بہرحال آباؤ اجداد کی کورانہ و جاہلانہ تقلید اور اپنے اقتدار کا بقاء و تحفظ یہی دو چیزیں تھیں جنہوں نے کفار کو انبیاء پر ایمان لانے سے باز رکھا اور وہ خدا کی ایک مقدس جماعت کے خلاف ہر قسم کی دل آزاری کے لئے آمادہ ہو گئے۔

مخالفت کے وجوہ و اسباب خواہ کچھ بھی ہوں۔ لیکن یہ واقعہ ہے کہ پیغمبروں کو ہر قسم کی تکالیف اور اذیتیں پہنچائی گئیں۔ ان کے متبعین کی جان و مال کو خطرے میں ڈالا گیا۔ اور ہر قسم کے روحانی و جسمانی مصائب کے سامان ان کے لئے مہیا کئے گئے۔

مدافعت کی ضرورت

یہی وجہ تھی کہ ہر زمانہ کے انبیاء نے اپنی قوم کے لئے کچھ نہ کچھ مدافعت کے سامان بہم پہنچائے اور ہر طریقہ سے اپنی قوم کو اغیار و اجانب کی دستبرد سے بچانے کی کوشش کی یہ ایک ایسی فطری چیز ہے کہ صرف جماعت انبیاء ہی پر موقوف نہیں ہے بلکہ ہر وہ راہبر اور لیڈر جو اپنے خیالات

---

[1] کیوں نہیں نازل کیا گیا یہ قرآن دو بستیوں کی عظیم شخصیتوں پر، بڑے لوگوں پر۔

کی اشاعت کرتا ہے تو دوسری طرف اسکو اس کی ضرورت ہے کہ جو لوگ اس کے مشن کو قبول کریں ان کی عزت اور آبرو کو بھی بھیڑیوں سے بچائے ورنہ کوئی مشن کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اسی اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے حضراتِ انبیاء کرام کو بھی بعض مواقع پر جنگ جدال کی نوبت آئی ہے۔ اگر دنیا ان کے مقدس خیالات کو نرمی کے ساتھ قبول کر لیتی یا ان کے متبعین کو تکلیف پہنچانے، لوٹنے اور مارنے میں سبقت نہ کرتی تو یہ جماعت قیامت تک بھی کسی کے خلاف قوت کا استعمال نہ کرتی۔ اس مختصر تمہید کے بعد میں یقین کرتا ہوں کہ ان شبہات کا ازالہ ہو گیا ہو گا جو آج کل مخالفین اسلام کی جانب سے ان تعلیم پر کئے جاتے ہیں جسکا تعلق جنگی احکامات سے ہے۔

حضور صلعم کا طرزِ عمل

کون نہیں جانتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پورے تیرہ سال تک نہایت نرمی اور شائستگی کے ساتھ اپنے مذہب کی تبلیغ کی اور ہر قسم کے جبر و استبداد کا مقابلہ انتہائی صبر و تحمل سے کرتے رہے لیکن کفار کے بغض و حسد نے جب انتہائی صورت اختیار کر لی اور مسلمانوں پر ہر قسم کے عذاب کو جائز سمجھ لیا گیا۔ اور آپ اور آپ کے ساتھ آپکے متبعین کو بھی ہجرت اور جلا وطنی پر مجبور کیا گیا۔ تو پھر ہم یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ آخر عقل و تہذیب کا تقاضہ کیا تھا۔ کیا کفار سے کوئی تعرض نہ کیا جاتا۔ اور مستقل بھیڑیوں کو ان کی حالت پر چھوڑ دیا جاتا۔ اور بدبخت مسلمانوں کا اچھی طرح خون پیتے رہتے اور مسلم قومیت کی عزت و آبرو پر ڈاکے ڈال کر ملت اسلامیہ کا نام و نشان مٹا دیتے نہیں وہ اسباب و علل تھے جن کی بنا پر مظلومین و ضعفا کی حمایت کے لئے جنگ کا اعلان کیا گیا اور قانون جنگ کی وضع ترتیب دی گئی۔

لہ اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا۔

لہ اجازت دے دی گئی کہ جن لوگوں سے جنگ کی گئی ان پر ظلم کیا گیا۔

حضور صلعم کا فاتحانہ اقدام

اب تک جو کچھ عرض کیا گیا اس کا تعلق آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کیساتھ تھا لیکن جب کفار کی چیرہ دستیوں نے آپ کو ہجرت کے لئے مجبور کر دیا اور ہجرت کے بعد بھی کفار اپنی جبلی شرارت سے باز نہ آئے تو حضورؐ نے اپنے کمزور ساتھیوں کی جان اور انکے مال کی حفاظت کے لئے تلوار اٹھائی کہ دنیا محو حیرت ہو گئی اور آج تمام دنیا کے تلوار چلانے والوں میں جو درجہ آپ کو حاصل ہے وہ کسی کو نہیں۔

تلوار

تلوار کشی کا اگرچہ سب سے بڑا مقصد تو یہی تھا کہ کمزور مسلمانوں کے جان و مال کو کفار کی لوٹ مار سے بچایا جائے لیکن اس کے ساتھ یہ غرض بھی تھی کہ مذہب کی حقانیت و صداقت کو ان لوگوں پر ظاہر کر دیا جائے۔ جن کے نزدیک کسی مذہب کی حقانیت کے لئے صرف ایک ہی دلیل ہو سکتی ہے اور وہ یہ کہ اس مذہب کا بانی فتوحات کثیرہ کا مالک ہو۔ اور جب کوئی شخص اس کا مقابلہ کرے تو شکست کھا کر بھاگ جائے۔ اگرچہ جنگ میں غالب و مغلوب ہونے کا تعلق حق و باطل سے کچھ بھی نہیں ہے لیکن کفارِ عرب کی اس جہالت کا کیا علاج ہوتا۔ کہ ان بدبختوں نے مادی طاقت کو بھی مذہب کی حقانیت کے لئے معیار بنا رکھا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ فتح مکہ کے بعد جس قدر عرب کے لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ اور فوجیں کی فوجیں کفار کی اسلام میں داخل ہوئیں اس سے بیشتر اس قدر کثرت سے اسلام کی قبولیت کے لئے لوگوں کے دلوں میں میلان نہ ہوا تھا۔ گویا مکہ کا فتح ہو جانا کفار کے نزدیک اسلام کی حقانیت کے لئے بہت بڑا نشان تھا۔ چونکہ کفار کے نزدیک عام فتوحات کا اصول بھی تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقانیت کے لئے اپیل تھا۔ اس لئے بھی تلوار اٹھائی گئی۔ تاکہ ان کمالات کا اظہار

کر دیا جائے جو آقائے دو جہاں کی جامع صفات زندگی میں قدرت نے ودیعت کی تھی۔

رسول اکرمؐ کی خصوصیت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باوجود اس کے کہ انتہائی مجبوری کی حالت میں مدافعانہ پالیسی اختیار کی تھی۔ لیکن پھر بھی کم و بیش دس سال کی مدت میں آپ کو تقریباً انتیس ایسی جنگوں سے مقابلہ کرنا پڑا جن میں خود سرکار کو شرکت کی نوبت آئی۔ اس تعداد ہی سے یہ پتہ چلتا ہے کہ کفار کس قدر ایذا رسانی کے درپے تھے جس شخص کو دس سال میں تقریباً تیس بار دشمنوں سے نبرد آزما ہونے کی نوبت آئے اور پھر اس کے عزم و استقلال میں سر مو بھی فرق نہ آئے۔ اس کی ہمت و شجاعت، دلیری اور بہادری کی جس قدر تعریف کی جائے کم ہے دنیا کی بڑی جنگجو قوموں کے کارنامے ہمارے سامنے ہیں۔ بڑے بڑے بہادروں کی تاریخی زندگی کے افسانے بھی ہمیں معلوم ہیں۔ لیکن ہماری نظر سے ایک بار بھی ایسا نہیں گزرا جسے ہر تیسرے مہینے کوئی لڑائی لڑنی پڑی ہو اور پھر بھی اس کی ہمت اور بہادری میں لغزش نہ آئی ہو۔

غزوات کی تعداد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زمانہ جنگ میں [illegible] واقعتاً لشکر کشی کی نوبت آئی ہے۔

غزوہ بواط۔ غزوہ عشیرہ۔ غزوہ سفوان۔ غزوہ بدر کبریٰ۔ غزوہ بنی سلیم۔ غزوہ بنی قینقاع۔ غزوہ سویق۔ غزوہ قرقرۃ الکدر۔ غزوہ ذی امر۔ غزوہ بحران۔ غزوہ احد۔ غزوہ حمراء الاسد۔ غزوہ بنی نضیر۔ غزوہ ذات الرقاع۔ غزوہ بدر الاخریٰ۔ غزوہ دومۃ الجندل۔ غزوہ حدیبیہ۔ غزوہ خیبر۔ غزوہ وادی القریٰ۔ غزوہ عمرۃ القضا۔ غزوہ موتہ۔ فتح مکہ۔ غزوہ حنین۔ غزوہ طائف۔ غزوہ تبوک۔

یہ مواقع ہیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خود کسی نہ کسی حیثیت سے شریک ہونے کی ضرورت واقع ہوئی ہے۔ اگرچہ غزوہ موتہ میں تھوڑی دور تک مشایعت فرمائی ہے۔

سرایا ان کے علاوہ ہیں۔ ہم نے ان غزوات کی تعداد پوری تیس ۳۰ لکھی ہے اگرچہ مورخین نے صرف ستائیس ہی امیت پر اکتفا کیا ہے۔ اور اس کی وجہ محض یہ ہے کہ بعض نے غزوہ کا مفہوم عام کر دیا ہے۔ اور بعض کے نزدیک چند قیود ات کے باعث غزوہ کا مفہوم خاص ہو گیا ہے۔ چنانچہ بعض نے غزوہ موتہ۔ عمرۃ القضا۔ فتح مکہ کو اس فہرست سے علیحدہ کر دیا ہے۔

اگرچہ ان تمام غزوات میں سے جنگ کی نوبت صرف نو غزوات ہی میں آئی ہے۔ جو حسب ذیل ہیں۔ بدر۔ احد۔ بنی مصطلق۔ خندق۔ قریظہ۔ خیبر۔ مکہ۔ حنین۔ طائف۔ باقی غزوات میں یا تو مقابلہ کی نوبت نہیں آئی۔ یا دشمن سے صلح ہو گئی۔ یا دشمن بھاگ گیا۔ بہرحال جہاں قتل وقتال کی نوبت آئی ہے وہ صرف مذکورہ بالا نو ۹ مواقع ہیں۔

سرکار کی فاتحانہ شان ہمیں اس مضمون میں جو خصوصیت سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قارئین کرام کو بتانی ہے وہ یہ ہے کہ دس سال کے عرصہ میں تیس بار لڑائی کا سامنا کرنا پڑا۔ لڑائی کے لئے مدینہ سے کوچ کر کے جانا۔

سامان کی قلت راشن کی کمی سواری کا فقدان اسلحہ کی کمیابی۔ دشمن کی تعداد بعض مواقع پر تگنی چوگنی۔ آٹھ گنی بلکہ دس گنی۔ پھر دشمن تمام سامان سے مسلح۔ دشمن کے مورچے اور کمین گاہیں۔ انتہائی مضبوط اور باوجود ان تمام باتوں کے آخر میں فتح رسول اللہ کی۔

حیرت و استعجاب قارئین کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ بعض غزوات میں صحابہ رضی اللہ عنہ

کے پاس کھجوریں ختم ہوگئیں تو کھجوروں کی گٹھلیاں چوس کر گذر کی اور جب گٹھلیاں ختم ہوگئیں تو درختوں کے پتے کھا کر دشمن کا مقابلہ کیا۔ بعض غزوات میں جب پاؤں میں جوتیاں نہ رہیں تو کپڑے اور چیتھڑے لپیٹ کر پتھریلی زمین پر سفر کیا۔

سواری کی قلت کی یہ نوبت کہ ایک سواری اور پانچ سوار۔ اسلحہ کی یہ حالت کہ بجائے تیر وتلوار کے جھولیوں میں پتھر بھرے ہوئے اس بے سروسامانی بے بضاعتی اور کم مائیگی کی حالت میں مسلح اور منظم غنیم سے صرف دس سال کے عرصہ میں تیس بار لڑنے کی تیاری کرنا۔ یہ وہ تعداد ہے جس میں حضورؐ بالذات شریک ہوئے ہیں۔ باقی تنہا صحابہ سے لشکروں کو روانہ کرنا جن کو اصطلاح شرعی میں سرایا کہتے ہیں ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ بیس غزوات تو وہ ہیں جن کی کمان خود حضور نے کی ہے اور ہر دفعہ جنگ میں آخری فتح کا سہرا مسلمانوں کے سر ہوتا۔ یہ ایسا عجیب وغریب کارنامہ ہے کہ اس پر جس قدر حیرت کا اظہار کیا جائے وہ کم ہے۔

کیا دنیا اپنی تمام عمر میں ایسا کوئی فاتح پیش کرسکتی ہے۔

اللھم صلی علی محمد وعلی آل محمد۔

۱۴ اگست ۱۹۴۳ء

یوم عاشوراء

اور

اس کا حکم

عن ابی ھریرہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال افضل الصیام بعد شھر رمضان اللہ المحرم وافضل الصلوٰۃ بعد المکتوبہ صلوٰۃ اللیل۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان کے بعد باعتبار فضیلت ماہ محرم کے روزے ہیں اور نماز مفروضہ کے بعد تہجد کی نماز کا مرتبہ ہے۔ (ترمذی ونسائی)

مسلم اور ابوداؤد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ فرض کے بعد کونسی نماز اور رمضان کے روزوں کے بعد کون سے روزے فضیلت میں زیادہ ہیں تو حضور نے تہجد کی نماز اور محرم کے روزے فرمائے۔ ترمذی میں جو روایت ہے اس کے الفاظ درج ذیل ہیں۔

یارسول اللہ ای شھر تامرنی ان اصوم بعد شھر رمضان قال ان کنت صائماً بعد شھر رمضان فصم المحرم فانہ شھر اللہ تعالیٰ فیہ یوم تاب فیہ علی قوم ویتوب فیہ علی قوم آخرین۔

یعنی میں نے دریافت کیا کہ آپ مجھے رمضان کے بعد کون سے مہینے کے روزوں کا حکم فرماتے ہیں۔ تو حضور نے ارشاد فرمایا کہ اگر تو روزہ رکھنا چاہتا ہے تو ماہ محرم کے روزے رکھ کیونکہ یہ اللہ کا مہینہ ہے اس میں خدا نے ایک قوم کی توبہ قبول کی تھی۔ اور ایک اور

قوم کی توبہ اسی دن قبول کرے گا۔

شیخ حسن محمد وی حمزاوی اپنے رسالہ نفحات نبویہ فی فضائل عاشوریہ میں فرماتے ہیں۔ وقد وردت فی فضل عاشوراء آثار کثیرۃ منھا انہ تیب علی آدم وکان خلقہ فیہ وفیہ خلق العرش والکرسی والسموات والارض والشمس والقمر والنجوم والجنۃ وولد ابراھیم خلیلؑ فیہ وکان نجاتہ من النار فیہ وکذا نجاۃ موسیٰؑ ومن معہ واغرق فرعون ومن معہ فیہ وفیہ استقرت سفینۃ نوحؑ علی الجودی واعطی فیہ سلیمانؑ الملک عظیم واخرج یونسؑ من بطن الحوت ورد بصر یعقوبؑ علیہ واخرج یوسفؑ من الجب وکشف من ایوبؑ واول مطر نزل من السماء الی ارض کان یوم عاشوراء۔

یعنی عاشوراء محرم کی فضیلت میں بہت سے آثار مروی ہیں۔ مثلاً اس دن حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی۔ اور اسی دن عرش کرسی آسمان وزمین چاند اور سورج اور تارے پیدا کیے گئے اور اسی دن جنت پیدا کی گئی اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اسی دن پیدا ہوئے اور اسی دن نمرود کی آگ سے نجات حاصل ہوئی اسی دن حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ہمراہی فرعون کی غلامی سے آزاد ہوئے اور فرعون مع اپنے اعوان وانصار کے غرق کیا گیا۔ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑ پر اسی دن ٹھہری۔ اور حضرت سلیمان کو ایک ملک عظیم کا مالک اسی دن بنایا گیا۔ حضرت یونس علیہ السلام نے مچھلی کے بطن سے نجات پائی۔ اور اسی دن حضرت یعقوبؑ کی آنکھوں کا نور دوبارہ لوٹا۔ حضرت یوسف علیہ السلام بھی اسی دن اندھان کے کنویں سے نکالے گئے تھے اور حضرت ایوب علیہ السلام نے اسی دن اپنے بلکہ مرض سے شفا پائی۔ آسمان سے زمین پر پہلی بارش اسی دن

محرم ہی کے روز ہوئی۔

دسویں تاریخ کا روزہ رمضان کی فرضیت سے پہلے دسویں تاریخ کے روزے کا خاص اہتمام تھا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بھی روزہ رکھتے اور صحابہ کو بھی اس دن کے روزہ کی ترغیب وتحریص دلاتے تھے لیکن رمضان کی فرضیت کے بعد آپ نے تعاہد اور مبالغہ کو ترک کر دیا۔ بلکہ ہر شخص کو اختیار دیا گیا کہ جو چاہے اس دن کا روزہ رکھے اور جو چاہے ترک کر دے مسلم شریف میں۔ جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے کہ۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یامر بصیام یوم عاشوراء و یحثنا علیہ ویتعاھدنا عندہ فلما فرض رمضان لم یامرنا ولم ینھنا عنہ و لم یتعاھدنا۔

یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صوم یوم عاشوراء کے متعلق ہم کو ترغیب دیتے تھے اور خاص طور پر روزے کا وعدہ کراتے تھے۔ لیکن جب رمضان فرض ہو گیا تو آپ نے نہ تو ہم کو منع کیا اور نہ امر کیا۔ بلکہ ترغیب وتعاہد کو ترک کر دیا۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کان عاشوراء یصام قبل رمضان فلما نزل رمضان کان من شاء صام ومن شاء أفطر

رمضان کی فرضیت سے پیشتر یوم عاشوراء کا روزہ رکھا جاتا تھا۔ لیکن رمضان کی فرضیت کے بعد یہ روزہ اختیاری رہ گیا۔ یعنی مستحب۔

ایک اور روایت میں حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے منقول ہے۔

کانوا یصومون عاشوراء قبل ان یفرض رمضان وکان یوما تستر فیہ

Marfat.com

الکعبۃ قالت فلمّا فرض رمضان قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم من شاء ان یصومہ فلیصمہ ومن شاء ان یترکہ فلیترکہ۔

یعنی رمضان کی فرضیت سے قبل عاشوراء کا روزہ سب لوگ رکھتے تھے۔ اسی دن کعبہ پر غلاف ڈالا گیا۔ لیکن جب رمضان فرض ہوگیا تو حضور نے فرمایا" جس کا جی چاہے وہ روزہ رکھے، اور جس کا جی چاہے وہ ترک کردے۔

فی روایۃ عن ابن عمرؓ ذکر عند النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم یوم عاشوراء فقال ذالک یوم یصومہ اھل الجاھلیۃ فمن شاء صامہ ومن شاء ترکہ۔

حضرت عبداللہ ابن عمر فرماتے ہیں کہ حضور کے سامنے یوم عاشوراء کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس دن کا روزہ زمانہ جاہلیت میں رکھا جاتا تھا جس کا جی چاہے رکھے اور جس کا جی چاہے افطار کرے۔

وعن ابی موسٰی قال کان یوم عاشوراء یوم یعظمہ الیھود وتتخذہ عیدا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم صوموہ انتم۔

حضرت ابن موسٰی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہود عاشوراء کے دن کی عظمت کرتے تھے۔ اور اس دن انہوں نے عید منا رکھا تھا۔۔۔۔۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا۔ تم بھی اس دن کا روزہ رکھو۔

اور ایک روایت میں بجائے یہود کے یہود خیبر کے متعلق یہی الفاظ ہیں۔ اس میں عورتوں کو بھی زیور سے آراستہ کرنے کا بھی ذکر ہے۔

بخاری اور مسلم میں حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت ہے۔

قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم المدینۃ فرای الیھود تصوم یوم عاشوراء فقال ما ھذا قالوا الیوم صالح انجی اللہ فیہ موسیٰ وبنی اسرائیل من عدوھم فصامہ فقال انا احق بموسیٰ منکم فصامہ وامر بصیامہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو آپ نے یہود کو عاشوراء کا روزہ رکھتے ہوئے دیکھ کر فرمایا کہ یہ روزہ کیسا ہے؟ تو انہوں نے جواب میں کہا کہ اس دن موسیٰ نے روزہ رکھا تھا۔ حضور نے فرمایا کہ تم سے زیادہ موسیٰ کے ہم حقدار ہیں۔ آپ نے خود بھی روزہ رکھا اور روزے کا حکم بھی دیا۔

ابو داؤد میں اتنے الفاظ اور ہیں۔

فصامہ موسیٰ شکرا نحن نصومہ تعظیما لہ۔

موسیٰ نے اس میں شکریہ کا روزہ رکھا اور ہم اس دن تعظیماً روزہ رکھیں گے۔

ابن ابی شیبہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے۔

صوم الیوم عاشوراء وھو یوم کانت الانبیاء تصومہ فصوموہ

عاشوراء کے دن کا روزہ رکھو اس دن انبیائے سابقین روزہ رکھتے تھے سو تم کو بھی روزہ رکھنا چاہیئے۔

دیلمی اور بزار نے حضرت ابو ہریرہ سے مرفوعاً نقل کیا ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوم عاشوراء عید من قبلکم فصوموہ انتم۔ یعنی یوم عاشوراء تم سے پہلے گذرنے والوں کی عید تھی۔ تم اس کا روزہ رکھو۔

روزہ کا ثواب

ترمذی نے حضرت ابو قتادہؓ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال صیام یوم عاشوراء

انی احتسب علی اللہ ان یکفر السنۃ التی قبلہ۔

حضورؐ نے فرمایا کہ عاشورہ محرم کے روزہ کا ثواب خدا سے امید کرتا ہے کہ ایک سال گذشتہ کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔

تشبہ بالیہود کی مخالفت

فقط عاشورا محرم کے روزہ میں چونکہ یہود سے تشبہ کا اندیشہ تھا اس لیے حضور نے فرمایا کہ اگر میں آئندہ سال زندہ رہا تو نویں تاریخ کا روزہ بھی رکھوں گا تاکہ یہود کی مخالفت ہو جائے۔ اور تشبہ بالیہود لازم نہ آئے لیکن آئندہ سال محرم تک حضورؐ زندہ نہ رہے اور وصال ہو گیا۔

حضرت ابن عباس کی روایت میں ہے۔

لئن بقیت الی قابل لاصومن التاسع ۔

اگر میں آئندہ سال زندہ رہا تو نویں تاریخ کا روزہ بھی رکھوں گا۔

دوسری روایت میں ہے کہ جب حضورؐ نے روزہ رکھا اور صحابہؓ کو روزہ کا حکم دیا تو بعض لوگوں نے کہا کہ یہود کے نزدیک اس دن کی بہت زیادہ عظمت ہے تو آپ نے فرمایا

فاذا کان العام المقبل انشاء اللہ صمت الیوم التاسع فلم یات العام المقبل حتی توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

یعنی انشاء اللہ آئندہ سال نویں کا روزہ بھی رکھونگا۔ تاکہ یہود سے مخالفت ہو جائے لیکن آئندہ محرم سے پہلے حضور کی وفات ہو گئی۔

ابن عباس کی ایک اور روایت میں مخالفت کی تصریح موجود ہے۔

ان عشنا خالفناهم وصمنا الیوم التاسع

اگر ہم زندہ رہے تو یہود کی مخالفت کریں گے۔ اور نویں تاریخ کا روزہ بھی رکھیں گے۔

بعض حضرات نے عدم تعمق کے باعث مخالفت کا انحصار صرف نو تاریخ کے روزہ کے ساتھ کیا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ بلکہ مخالفت محض ایک دن کی زیادتی سے حاصل ہو سکتی ہے۔ خواہ نویں تاریخ سے کی جائے یا گیارہویں سے۔ جیسا کہ امام احمد نے مرفوعاً حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت کی ہے۔

صوموا یوم عاشوراء وخالفوا الیھود وصوموا قبلہ یوماً او بعدہ یوماً

یوم عاشورہ کا روزہ رکھو اور اس دن کے ساتھ نویں یا گیارہویں کا روزہ ملا کر یہود کی مخالفت کرو۔

بیہقی نے بھی شعب الایمان میں اس مضمون کی روایت نقل کی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں۔

لئن بقیت امرت بصیام یوم قبلہ او یوم بعدہ۔

اگر میں زندہ رہا تو لوگوں کو نویں یا گیارہویں کے روزہ کا بھی امر کر دوں گا۔

پس ان احادیث کو دیکھتے ہوئے معلوم ہوتا ہے کہ یہود کی مخالفت مقصود ہے۔ خواہ وہ نویں کا دن ملانے سے حاصل ہو جائے یا گیارہویں کے ملانے سے۔

توسیع علی العیال روزہ کے علاوہ اس دن اہل و عیال پر نفقہ کی وسعت کا بھی حکم ہے جیسا کہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً منقول ہے

من وسع علی عیالہ یوم عاشوراء لم یزل فی سعۃ سائر سنۃ۔

یعنی جس شخص نے اپنے عیال کے لئے اس دن وسعت کی تو تمام سال اس کے ہاں برکت رہے گی۔

اگرچہ اس حدیث کے متعلق بعض محدثین نے کلام کیا ہے اور حافظ ابن تیمیہؒ نے

Marfat.com

تو اس باب میں کسی حدیث کی روایت ہی سے انکار کر دیا ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ اس روایت کے شواہد اس قدر ہیں کہ اگر سب کو جمع کیا جائے تو روایت حسن کے درجہ تک پہنچ جاتی ہے جو قابل احتجاج ہے چنانچہ علامہ عبدالرحمن عراقی نے اس حدیث کو نقل کر کے اس امر کی تصریح کی ہے۔

لکن حسن علی رائی ابن حبان اور بیہقی کے ظاہری کلام کا مفہوم یہ ہے کہ ان حدیث التوسعۃ حسن علی رای غیر ابن حبان۔ ابن حبان کے علاوہ اور محدثین بھی اس روایت کے حسن ہونے کے قائل ہیں۔

صاحب نفحات فرماتے ہیں کہ اس باب میں سب سے زیادہ جید سند ابن عبدالبر کی ہے جو حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول من وسع علی نفسہ واھلہ یوم عاشوراء وسع اللہ علیہ سائر سنتہ۔

اس حدیث کا مطلب بھی وہی ہے جو اوپر نقل کیا گیا ہے۔

توسع اور صوم کے علاوہ اور کوئی چیز ثابت نہیں

یوم عاشورہ کے متعلق بعض اور باتیں بھی عوام میں مشہور ہیں۔ لیکن ان کی کوئی اصل نہیں۔ مثلاً سرمہ لگانا غسل کرنا۔ عبادت کرنا۔ زیارۃ عالم۔ ناخن کٹوانا۔ ہزار بار سورہ اخلاص پڑھنا وغیرہ وغیرہ یہ تمام چیزیں بے اصل۔ بلکہ موضوعات ہیں۔ جن سے مسلمانوں کو پرہیز کرنا چاہیئے۔

اس ہی سلسلہ میں علامہ خمرادی نے نفحات نبویہ میں آخری سال اور شروع سال کے لئے دو دعائیں نقل کی ہیں۔ جن کو ہم ناظرین کے لئے نقل کرتے ہیں۔ ان دعاؤں کو علامہ جلال الدین نے اپنی تاریخ میں شیخ عمر بن قدامتہ المقدسی سے نقل کیا ہے۔ نیز اپنے مشائخ سے ان دعاؤں کے متعلق بہت سی خوبیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہمارے مشائخ خاص طور پر وصیت کرتے ہیں کہ یہ دعائیں ضرور پڑھی جائیں۔

شروع سال کی دعا

اللّٰھم انت الابدی القدیم الاول وعلٰی فضلک العظیم وکرم جودک المعول وھٰذا عامٌ جدید قد اقبل اسألک العصمۃ فیہ من الشیطان واولیائہ والعون علٰی ھٰذہ النفس الامارۃ بالسّوء والاشتغال بما یقربنی الیک زلفٰی یاذا الجلال والاکرام ہ

جب شروع سال میں کوئی شخص اس دعا کو پڑھتا ہے تو شیطان کہتا ہے کہ اس نے اپنی عمر کا بقیہ حصہ مجھ سے محفوظ کر لیا۔

لہ اے اللہ تیری ذات ابدی، ازلی اور اول ہے۔ اور اپنے عظیم فضل اور قابل بھروسہ بخشش و کرم کے ساتھ قائم و دائم ہے۔ اور اے اللہ یہ نیا سال آ پہنچا۔ اس کے اندر شیطان اور اس کے مددگاروں سے حفاظت کی۔ اور برائیوں کی طرف برانگیختہ کرنے والے اپنے اس نفس کے خلاف مدد کی اور ایسے اعمال میں مشغولیت کی جو میرے مرتبہ کو تیری ذات سے قریب کر دے اور آپ سے درخواست کرتا ہوں۔ اے بزرگی اور کرم والے

Marfat.com

آخر سال کی دعاء

اللھم ماعملت فی السنۃ مما نھیتنی عنہ ولم اتب منہ وحلمت فیھا علیّ بفضلک بعد قدرتک علی عقوبتی و دعوتنی الی التوبہ من جرائتی علی معصیتک فانی استغفرتُ فاغفرلی وماعملت فیھا مما ترضاہ و وعدتنی علیہ الثواب فاسئلک ان تتقبلہٗ منی ولا تقطع رجائی منک یاکریم۔

اس دعا کو تین مرتبہ پڑھنا چاہیئے۔ جو شخص اس دعا کو پڑھتا ہے تو شیطان مایوسانہ لہجہ میں کہتا ہے کہ میری ایک سالہ محنت کو اس نے ایک گھڑی میں برباد کر دیا۔

لہ اے اللہ۔ اس سال میں نے تیرے منع کردہ کاموں میں سے جتنے کام کئے ہیں اور ان سے اب تک توبہ نہیں کی۔ اور میری سزا پر قدرت کے باوجود تو نے اپنے فضل وکرم سے ان کے متعلق مجھ سے بردباری کا معاملہ کیا۔ اور آپ کی نافرمانی پر میری جرأت کے باوجود آپ نے مجھے توبہ کی طرف بلایا۔ تو اے اللہ اب میں تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں بس میری مغفرت کر دے۔ اور اے اللہ اس سال سے میں نے جتنے کام تیری مرضی کے مطابق کئے ہیں۔ اور ان پر تو نے ثواب کا وعدہ فرمایا ہے تو میری درخواست ہے کہ ان تمام کو میری طرف سے قبول کرلے۔ اور اے کریم میری اس امید کو جو آپ کی ذات سے وابستہ ہے منقطع نہ کیجئے۔

ماہِ شعبان

اور

اسراف

جس طرح اسراف کی مذمت اور اس کی برائی سے ہر ایک مسلمان واقف ہے اسی طرح ماہ شعبان کی فضیلت اور اس کی بزرگی سے بھی کم و بیش ہر ایک مسلمان واقف ہے۔ شاید ہی کوئی سال ایسا ہو گا جب میں نے مسلمانوں کے لئے کچھ نہ لکھا ہو۔ جہاں تک میرا حافظہ مساعدت کرتا ہے میں کہہ سکتا ہوں کہ مختلف عنوانات سے اب تک شعبان اور شب برأت کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے اس کو اگر جمع کیا جائے تو ایک کتاب طبع ہو سکتی ہے۔

آتش بازی کے متعلق اگر ایک مسلمان کو ماہ شعبان کی فضیلت سے مطلع کیا ہے۔ تو دوسری طرف ان بدعات و منہیات سے بھی آگاہ کیا ہے جس میں بدقسمتی سے مسلمان مبتلا رہیں بالخصوص آتشبازی کی رسم تو ایسی مذموم ہے کہ جس کی خرابی اور برائی سے کسی عقلمند کو بھی انکار کی گنجائش نہیں ہے۔ یہ کوئی اخلاقی مسئلہ نہیں ہے جس کو خواہ مخواہ کی موشگافیوں سے طوالت دی جائے یا اس پر کسی نئی بحث کا دروازہ کھولا جائے۔ کون نہیں جانتا کہ ہر سال ہزاروں بے گناہ اس موذی اور مہلک کھیل کے پیچھے اپنی زندگی تباہ کر دیتے ہیں۔ لاکھوں روپیہ چند دن میں آگ کی نذر کر دیا جاتا ہے۔ ایک مفلس قوم

Marfat.com

محض اپنی جہالت اور بے وقوفی کی وجہ سے اپنے ہاتھوں روپیہ اور زندگی کے عیوض جہنم خریدرہی ہے۔ ؎ فما ربحت تجارتہم وما کانو مہتدین۔

گناہ میں کمی اور زیادتی

یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ گناہ پر زمان و مکان کا خاص اثر ہوتا ہے۔ مثلاً ایک گناہ دہلی کے کسی بازار میں کیا جائے۔ اور یہی گناہ مسجد حرام میں کیا جائے یا معاذ اللہ مسجد نبوی میں کیا جائے۔ اسی طرح ایک گناہ کسی معمولی مہینہ میں کیا جائے۔ اور یہی گناہ عرفہ کے دن کیا جائے۔ اور پھر یہی گناہ شہر رمضان میں کیا جائے۔ اگرچہ گناہ ایک ہی ہے۔ لیکن اس وجہ سے کہ وہ کسی مقدس مقام یا کسی مقدس مہینہ میں کیا گیا ہے۔ اس کی سزا سخت اور عقوبت دردناک ہے۔ یہ ایک ایسا کلیہ ہے کہ اس پر تو کسی ذی علم کو انکار نہیں ہوسکتا۔ اگر مضمون کے طویل ہو جانے کا اندیشہ نہ ہوتا۔ تو اس کو دلائل سے ثابت کرنا کچھ مشکل نہیں ہے۔

اتنی بات معمولی سمجھ کا انسان بھی سمجھ سکتا ہے کہ شراب کو بازار میں پینا اور مسجد میں پینا اور معمولی دنوں میں پینا، اور رمضان میں پینا، ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رمضان میں عام طور سے فسق و فجور میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔ ایک فاسق و فاجر بھی اس کا احساس کرتا ہے کہ رمضان شریف کا احترام کیا جائے اور اس محترم کے مہینہ میں گناہ سے اجتناب کیا جائے۔

؎ پس نہیں نفع دیا ان کو ان کی تجارت نے اور وہ ہدایت یافتہ نہیں تھے۔

اس تمہید کے بعد آج کے مضمون میں مجھے صرف دو باتیں عرض کرنی ہیں۔ اول یہ کہ ماہ شعبان کو دوسرے مہینوں پر کوئی خاص امتیاز حاصل ہے یا نہیں اور اس کی پندرہویں شب کو دوسری راتوں پر کوئی خاص شرف ثابت ہے یا نہیں۔

دوم یہ کہ آتشبازی کی رسم مردود و مذموم ہے یا نہیں اور اسراف حضرت حق کی عدم محبت اور دخول نار کا موجب ہے یا نہیں۔ اگر یہ دونوں مقدمات ناظرین کی سمجھ میں آگئے تو میری گذارش کا مطلب سمجھنا کچھ مشکل نہ ہوگا۔

وما توفیقی الا باللہ ٥

(چاہتا ہے نہیں دیتا)

پہلا مقدمہ

شعبان کی بزرگی اور فضیلت کے متعلق جو کچھ آج تک لکھا گیا ہے اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے اور نہ اس بحث کی ضرورت ہے کہ اس باب میں جو حدیثیں منقول ہیں وہ ضعیف ہیں یا شیخین کی شرط پر نہیں ہیں اور نہ اس امر پر بحث کرنا مقصود ہے کہ لیلۃ البراۃ یا لیلۃ المبارک سے مراد وہ شب قدر ہے جو رمضان میں آتی ہے۔

اس مختصر مضمون میں کسی طویل بحث کی گنجائش نہیں ہے۔ پھر احادیث بھی اس کثرت سے وارد ہوئی ہیں جو یقوی بعضہ بعضاً کی مصداق ہے۔ اس لئے اس بحث میں مبتلا ہو کر تضیع اوقات کی ضرورت نہیں۔ اگر وقت نے مساعدت کی تو انشاء اللہ پھر کسی موقع پر مفصل عرض کیا جائے گا۔ شعبان کے مہینہ میں سب سے بڑی خصوصیت تو یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مہینہ میں بکثرت روزے رکھتے تھے اور شعبان

کو رمضان سے ملا دیا کرتے تھے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لوگ اس مہینہ کی بزرگی سے ناواقف ہیں یہ مہینہ رجب اور شہر رمضان کے مابین ہے۔ اس مہینہ میں لوگوں کی موت اور رزق لکھا جاتا ہے اس مہینہ میں بندوں کے اعمال پیش ہوتے ہیں۔ میری خواہش یہ ہے کہ جب میرے اعمال پیش ہو رہے ہوں تو میں روزے جیسی عبادت کے ساتھ متصف ہوں اسی طرح پندرھویں شب میں حضور کا امت کے لئے استغفار کرنا اور جنت بقیع میں تشریف لے جانا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کا تلاش کرنا اور حضورؐ کا یہ فرمانا کہ مجھ سے جبرئیلؑ نے آکر کہا کہ آج کی رات سونے کی نہیں ہے۔ اس شب میں اللہ تعالٰی آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے۔ اور تمام گنہگاروں کو بخش دیا جاتا ہے۔ آج کی رات اللہ تعالٰی نے قبیلہ کلب کی بھیڑ بکریوں کے بالوں کی تعداد کے موافق لوگوں کو دوزخ سے آزاد کر دیتا ہے۔ البتہ ماں باپ کا نافرمان، اور شراب کا عادی نہیں بخشا جاتا اور وہ دو شخص کبھی نہیں بخشے جاتے جو دلوں میں کینہ رکھتے ہیں۔ اس قسم کی اور بہت سی روائتیں ہیں جن میں کم و بیش یہی الفاظ ہیں۔ اور ایک روایت دوسری روایت کے لئے موجب تقویت ہے۔ بعض روائتوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ پندرھویں شب کو عبادت کرنے اور پندرھویں تاریخ کو روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے اور ان تمام احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطالعہ کرنے سے حسب ذیل خصوصیات ثابت ہوتی ہیں۔ حضورؐ کا اس مہینہ میں بکثرت روزے رکھنا اس مہینہ میں رمضان کے حصول کی دعا کرنا اس مہینہ کی پندرھویں شب میں حضرت حق جل مجدہ کا آسمان دنیا پر نزول فرمانا اور گنہگاروں کو بکثرت بخشنا آئندہ سال کے لئے بندوں کے رزق، موت اور دیگر امور کو متعین فرمانا۔ آئندہ سال کے لئے اس قسم کے امور کا نوشتوں کو اجمالی علم

Marfat.com

ہونا۔ اس مہینہ کی پندرہویں شب میں عبادت کرنا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس شب میں مدینہ کے قبرستان میں تشریف لے جانا۔ قبرستان میں جاکر امت کی مغفرت کیلئے دعا کرنا بقیع سے واپس آکر حجرۂ مبارک میں طویل نماز پڑھنا۔ اس مہینہ کی پندرہویں تاریخ کو روزہ رکھنا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس مہینہ کے لئے یہ فرمانا کہ رجب اور رمضان کے درمیان ایک مہینہ ہے جس کی عظمت سے اکثر لوگ ناواقف ہیں۔ یہ تمام امور جن کا خلاصہ میں نے عرض کیا ہے اس امر پر دال ہیں کہ ماہ شعبان کی حالت دوسرے مہینوں کی مانند نہیں ہے۔ بلکہ دوسرے مہینوں سے اس مہینے کو ایک خاص امتیاز اور عظمت حاصل ہے۔ رمضان المبارک ذی الحجہ کے علاوہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ماہِ شعبان کو باقی مہینوں پر خاص شرف و عظمت حاصل ہے۔ اور اس مہینہ میں کسی گناہ کی وہ حیثیت ہرگز نہیں ہے۔ جو دوسرے مہینوں میں ہوا کرتی ہے کیونکہ یہ امر پہلے ہی ثابت ہے کہ کسی مقدس مقام یا کسی مقدس مہینہ میں جرم کرنا اس سے بہت زیادہ سخت ہے کہ جو کسی عام مقام یا سادے دنوں میں کیا جائے۔

دوسرا مقدمہ

ماہ شعبان اور اس کی پندرہویں شب میں جو خصوصیات مذکور ہوئی ہیں اسکے بعد صرف اس امر کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے کہ ان اعمال پر بحث کی جائے جن کا ارتکاب عام طور پر مسلمان اس مہینہ میں کرتے ہیں۔ ان اعمال میں سب سے قبیح رسم جو اس مضمون میں زیر بحث ہے، وہ آتش بازی کی رسم ہے۔ آج تک اس سلسلہ میں بے شمار مضامین اور پوسٹر شائع ہو چکے ہیں عام طور سے اس قبیح اور مہلک

Marfat.com

رسم کی مذمت میں قرآن شریف کی آیت ان المبذرین الخ سے استدلال کیا جاتا ہے اس میں شک نہیں کہ تبذیر اور اسراف کی حرمت میں یہ آیت نہایت صاف اور واضح ہے۔ اس سے بڑھ کر مبذرین کی مذمت اور کیا ہو سکتی ہے۔ کہ ان کو شیاطین کا بھائی کہا گیا۔ اور پھر شیاطین کو لفظ کفور یعنی نافرمان سے روشناس کیا گیا جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ مبذرین سخت ناسپاس اور نافرمان ہیں۔ ناسپاسی بالکل ظاہر ہے۔ مال و دولت حضرت حق جل مجدہٗ کی ایک نعمت ہے۔ جس کا مقتضیٰ یہ تھا کہ بندہ اپنے محسن کا شکریہ ادا کرتا اور اس دولت کو ایسے مصارف میں خرچ کرتا۔ جو حضرت حق کی رضامندی کے موجب ہوتے لیکن جو شخص اپنی دولت کو شریعت کے خلاف امور میں خرچ کرے اور فسق و فجور میں اللہ تعالےٰ کی نعمت کو برباد کرے تو اس سے بڑھ کر محسن کشی اور ناسپاسی کیا ہو سکتی ہے یہی وجہ ہے کہ اس آیت میں مبذرین کو ناسپاس اور کافر کہا گیا ہے۔ اس ہی مضمون کو دوسری آیت میں ایک اور عنوان سے تعبیر کیا گیا ہے جس کا لہجہ اس سے زیادہ ترش اور غضب آمیز ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں۔

ان اللہ لا یحب المسرفین۔

ہم فضول خرچی اور بے موقع خرچ کرنے والوں سے محبت کرنے کو تیار نہیں ہیں۔ دونوں آیتوں کے عنوان اگرچہ مختلف ہیں لیکن دونوں کو ملا کر دیکھئے کہ مسرفین و مبذرین سے کس طرح بیزاری کا اظہار کیا گیا ہے۔ اس محبت کی نفی وہی حضرات محسوس کر سکتے ہیں جن کو کبھی حسن و عشق کے معاملات سے دوچار ہونے کا اتفاق ہوا ہو۔ ظاہر عنوان اگرچہ نرم معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اس میں شیطان کا لفظ ہے

اور نہ کافر کا صرف عدم محبت کا اظہار ہے لیکن مسرفین کی اس سے بڑھ کر کیا بدقسمتی ہو سکتی ہے کہ ان سے قطع محبت کا اعلان کیا جائے اگر غور کیا جائے تو یہ وہ ناقابل برداشت دھمکی ہے جس کا تحمل ایک صادق مسلمان کے لئے ناممکن ہے۔ عشق مجازی اور حسن فانی کے انسانوں میں ہم نے بار بار سنا ہے کہ بچارا عاشق و طالب سب کچھ سُننے کو تیار ہو سکتا ہے تمام کڑوی کسیلی باتیں سنی جا سکتی ہیں۔ گالیاں بلکہ مار پیٹ بھی ایک عاشق کے لئے سہل ہو لیکن یہ سُننا گوارا نہیں کہ اب تم سے ہمارا کوئی واسطہ یا تعلق نہیں رہا۔ جب دنیاوی محبت اور عشق کی یہ حالت ہے تو خدارا غور کرو کسی نالائق بندے سے حضرت حق جل مجدہٗ کا یہ فرمانا کہ اگر فضول خرچی سے باز نہیں آتے تو ہماری محبت سے ہاتھ دھو لو۔ کس قدر دردناک اور خوفناک ہے پوچھو اُن سے جو اس کی محبت کو جنت کے عوض خریدنے کو تیار ہیں۔ ان سے دریافت کرو جن کا یہ قول مشہور ہے۔

لہ فکان السقر نصیب العاشقین مع وصالہ فوا شوقاہ ولو کانت الجنۃ نصیب المشتاقین بدون جمالہ فوا ویلاہ۔

پوچھو ان سے جو سب کچھ سننے کو تیار ہیں لیکن محبت کی نفی ان کے لئے ناقابل برداشت ہے۔ بنی اسرائیل کی آیت میں خفگی سہی غصہ سہی شیاطین کا بھائی اور کافر سہی لیکن تعلقات محبت و آشتی کا انقطاع اس میں نہیں ہے۔

لہ اللہ تعالیٰ کے وصال کے وعدے پر اگر جہنم عاشقوں کا حصہ بن جائے تو ہائے شوق اس کا اور اگر مشتاقین جمال کے لئے بغیر وعدہ جمال کے جنت حصہ بن جائے تو ہائے واویلا اس پر۔

سورہ اعراف کی آیت میں اختصار ہے۔ الفاظ بہت کم ہیں لیکن جو کچھ کہا گیا ہے وہ اتنا خوفناک ہے کہ اس کے مقابلہ میں موت بلکہ دوزخ کی دہکتی ہوئی آگ بھی آسان ہے۔ وہ دوزخ ایک عاشق کو سہل ہے جس میں مہربانی اور ملاطفت کی شعاعیں موجود ہوں اور وہ جنت ناقابلِ برداشت ہے جس میں خفگی ناراضگی اور عدم محبت کا مظاہرہ کیا جارہا ہو۔ اس خفگی اور حرماں نصیبی کے بعد بھی بدقسمت آتشبازوں کے لئے کوئی گنجائش ہے کہ وہ اپنے دین و دنیا کو تباہ کریں۔ شیطان بنیں اور خدا کی محبت سے تہی دامن ہو جائیں۔

عدم محبت کی بحث

اس موقع پر بے جا نہ ہوگا۔ اگر مسرفین کے ساتھ ساتھ ان لوگوں کا بھی تذکرہ کر دیا جائے جو عدم محبت کی وعید میں ان بدقسمتوں کے ساتھ تہ تیغ کر دیئے گئے ہیں۔ مضمون ضرور طویل ہو جائے گا لیکن جب ایک چیز سامنے آگئی ہے۔ تو میں چاہتا ہوں کہ وہ تمام طبقات مسلمانوں کے سامنے آجائیں جن کے متعلق حضرت حق جل مجدہٗ نے عدم محبت کا اعلان کیا ہے مجھے افسوس ہے کہ میں نے انتہائی عجلت میں اس معاملہ پر غور کیا ہے۔ لیکن پھر بھی کلام اللہ سے حسب ذیل مواقع تلاش کر کے پیش کرتا ہوں۔ ملاحظہ ہو سیقول پارہ ۲ سورہ بقرہ ان اللہ لا یحب المعتدین ۔ اللہ تعالٰے حد سے تجاوز کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔

خواہ مخواہ کسی کافر کو قتل نہ کرو۔

اللہ تعالٰے حد سے تجاوز کرنے والوں کے ساتھ محبت نہیں کرتا۔ اسی

پارہ میں حق سبحانہ کا دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے۔

واللہ لا یحب الفساد، (اللہ تعالے کو فساد پسند نہیں۔)

تلک الرسل پارہ ۳ میں ارشاد فرماتا ہے

ان اللہ لا یحب کل کفار اثیم۔ (اللہ تعالے کسی نافرمان گنہگار سے محبت نہیں کرتا۔)

اسی پارہ میں سورہ آلِ عمران میں ارشاد ہوتا ہے۔

ان اللہ لا یحب الکافرین (اللہ تعالے کافروں کو دوست نہیں رکھتا۔)

اسی پارہ میں اور اسی سورۃ میں دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے

واللہ لا یحب الظالمین (اللہ تعالے ظلم کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔)

والمحصنٰت پارہ ۵ سورہ نساء میں رشتہ داروں اور پڑوسیوں کے حقوق کی بحث میں ارشار ہوتا ہے

ان اللہ لا یحب من کان مختالا فخورا (اللہ تعالے ایسے لوگوں سے محبت نہیں کرتا جو اپنے کو بڑا سمجھتے ہوئے شیخی کی باتیں کرتے ہوں۔ بخل کے عادی ہوں اور اللہ تعالے نے جو کچھ دیا ہو وہ اس کو چھپاتے ہوں۔)

پھر اسی پارہ میں دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے

ان اللہ لا یحب من کان خوانا اثیماً۔ (اللہ تعالے اس شخص کو دوست نہیں رکھتا جو خائن اور گنہگار ہو)

Marfat.com

پھر چھٹے پارہ کی ابتدا میں ارشاد فرمایا ہے ۔

لا یحب اللہ الجہر بالسوء من القول الا من ظلم ۔ (اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ کسی بری بات کا اعلان کیا جائے ۔ مگر ہاں مظلوم کو اس کی اجازت ہے کہ وہ اپنے ظالم کا ظلم بیان کر سکتا ہے)

اسی پارہ کے آخر میں ارشاد ہوا ہے ۔

واللہ لا یحب المفسدین (اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا)

ولو اننا پارہ ۸ میں وہی آیت ہے جو اس مضمون میں زیر بحث ہے ۔

ان اللہ لا یحب المسرفین ۔

پھر اسی پارہ کے آخری حصہ میں ارشاد ہوتا ہے

ان اللہ لا یحب المعتدین (اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا ۔

واعلموا پارہ ۱۰ سورۃ انفال میں ارشاد فرمایا ہے ۔

ان اللہ لا یحب الخائنین ۔ (اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا ۔)

امن خلق پارہ ۲۰ سورۃ قصص کے آخری حصہ میں قارون کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے ۔

ان اللہ لا یحب الفرحین (اللہ تعالیٰ کسی اترانے والے کو دوست نہیں رکھتا)

پھر اسی رکوع میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے
ان اللہ لا یحب المفسدین (اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا)

اتل ما اوحی پارہ ۲۱ سورۃ روم میں ارشاد ہوتا ہے۔
ان اللہ لا یحب الکفرین (خدا تعالیٰ نافرمانوں کو دوست نہیں رکھتا)
اسی پارہ کے سورۃ لقمان میں ارشاد فرمایا ہے۔
ان اللہ لا یحب کل مختال فخور (بیشک اللہ تعالیٰ کسی متکبر بے جا فخر کرنے والے کو دوست نہیں رکھتا)
الیہ یرد پارہ ۲۵ سورۃ شوریٰ میں ارشاد ہوتا ہے
ان اللہ لا یحب الظالمین (اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا)
قال فما خطبکم۔ پارہ ۲۷ سورۃ حدید میں ارشاد ہوتا ہے۔
واللہ لا یحب کل مختال فخور (اللہ تعالیٰ کسی اترانے والے اور شیخی کرنے والے کو پسند نہیں کرتا)
ان تمام آیتوں کا ذکر کرنے میں میں نے پوری احتیاط کی ہے لیکن ممکن ہے کہ شاید کوئی اور آیت رہ گئی ہو۔ میرا خیال تھا کہ ان آیتوں کا ربط بیان کر دینا بھی بہت مناسب تھا۔ مثلاً ان تمام مذکورین میں نا بہ الاشتراک وجہ پر بھی روشنی ڈال دی جاتی۔ اور ناظرین کو یہ بتا دیا جاتا کہ ان سب لوگوں میں (جن سے حضرت حق سبحانہٗ تعالیٰ نے اپنی دوستی اور محبت کا انکار کیا) باہمی کیا مناسبت ہے۔

Marfat.com

لیکن فقط اس اندیشہ سے کہ مضمون طویل ہو جائے گا نہ اس بحث کو ترک کرتا ہوں ۔ انشاء اللہ کسی آئندہ فرصت میں صرف اسی مسئلہ پر چند سطور قلمبند کروں گا ۔ اگر اس بدقسمت اور حرماں نصیب گروہ کے ساتھ ان حضرات کا بھی تذکرہ کر دیا جائے کہ جن سے جناب باری عز اسمہ نے اپنی دوستی اور محبت کا اظہار کیا ہے مثلاً

ان اللہ یحب المقسطین (خدائے تعالےٰ عادل لوگوں کو پسند کرتا ہے)

تو شاید اس مضمون کی تکمیل ہو جاتی اور ناظرین دونوں طبقوں کو بآسانی سمجھ لیتے اور تعارف الاشیاء باضدادھا[1] کے اصول پر اس طبقہ کی حالت اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ۔ لیکن وقتی عدم مساعدت کثرت افکار و مضمون کی طوالت کا اندیشہ اسی کے لئے مقتضی ہیں کہ مضمون تشنہ چھوڑتے ہوئے ناظرین کتاب سے معذرت کی جائے اور بشرط زندگی کسی دوسری صحبت کے لئے وعدہ کیا جائے ۔

آخری تنبیہ

آج کے مضمون میں قرآن کی آیتوں سے اسراف اور تبذیر کی مذمت پر استدلال کیا گیا ہے ایک بنی اسرائیل کی آیت جس میں مبذرین کو شیاطین کا بھائی کہا گیا ہے اور دوسری سورۃ اعراف کی آیت جس میں حضرت حق سبحانہ تعالےٰ نے مسرفین کی محبت کے انکار کا اعلان فرمایا ہے ۔ ان آیتوں کے علاوہ آپ کو تعجب ہو گا فرعون کو بھی مسرفین میں شمار کیا گیا ہے[2] وانہ لمن المسرفین ۔ پارہ ۱۱ سورہ یونس ۔

---

[1] اشیاء اضداد سے پہچانی جاتی ہیں

[2] اور وہ اسراف کرنے والوں میں سے ہے البتہ ۔

شعبان کی پندرہویں شب

اس میں شک نہیں کہ دنیا کی مختلف قومیں باہمی اختلاط و اتحاد کے باعث ایک دوسرے کی تہذیب و تمدن کو قبول کر لیتی ہیں۔ موجودہ تہذیب میں بھی باوجود اس کے کہ ہر قوم اپنے تمدن اور کلچر کے تحفظ کی دعوٰی دار ہے۔ ایک ملک کی مختلف قومیں ایک دوسرے کی تہذیب کو اختیار کر لیتی ہیں۔ اور بعض دفعہ ایک قوم دوسری قوم کی تہذیب اور اس کے تمدن کو اتنا اپنا لیتی ہے کہ یہ پتہ لگانا مشکل ہو جاتا ہے کہ اس قوم کا اصلی تمدن کیا ہے۔

سیاسی اقتدار

عام طریقہ سے یہ تغیرات سیاسی اقتدار کے مرہون منت ہوا کرتے ہیں جب ایک قوم دوسری قوم پر حاکمانہ اختیارات اور شاہانہ اقتدار کے ساتھ حکمراں ہوتی ہے تو اپنی تہذیب اور تمدن کو بھی محکوم قوم پر مسلط کر دیتی ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ یہ تسلط جبر و کراہ کے ساتھ کیا جائے۔ بلکہ انسانی طبیعت ہی اس وضع پر مخلوق ہوئی ہے کہ بلا وجہ ذی اقتدار قوم کے تمدن کو پسند کرتی ہے۔ آج کل انگریز کسی ہندوستانی کو ہیٹ لگانے یا کوٹ پتلون پہننے پر مجبور نہیں کرتے، لیکن پھر بھی مسلمان انگریزی فیشن کے دلدادہ اور متوالے ہیں۔ اس تعداد ہی پر بس نہیں۔ بلکہ ان دلدادگان فیشن کی تعداد روز افزوں نظر آتی ہے اور یہی غالباً الناس علی دین ملوکھم کا مطلب ہے۔

ہر چند کہ قومی تہذیب کے تغیر میں سیاسی اقتدار کو بڑا دخل ہے لیکن باہمی اختلاط اور ارتباط کے اثرات سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ آج مسلمانوں میں صدہا بدعات وخرافات اس طرح رائج ہیں کہ بعض جاہل ان کو اسلام کا جزو سمجھتے ہیں۔ حالانکہ اسلام میں اس کا وجود بھی نہیں۔ شادی، غمی کی رسومات و منکرات صدہا میلے اور تہوار مسلمانوں کی روزمرہ زندگی میں اس طرح داخل ہوگئے ہیں کہ غیر تو غیر خود مسلمان ان کو مذہبی چیزیں خیال کرتے ہیں۔ اور ان منکرات کی اس طرح پابندی کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص ان کو سمجھائے اور ان رسومات سے باز رکھنے کی کوشش کرے تو اس کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں۔ ان رسومات قبیح کو جاہلوں نے ایسا اپنا لیا ہے کہ آج اسلام اور مسلمانوں کے گھروں سے ان کا نکالنا ایسا ہی مشکل ہے جیسا ناخن کو گوشت سے جدا کرنا۔ منجملہ ان رسومات منکرہ کے جن میں آج کل مسلمان اپنی اقتصادی حالت کو تباہ کر رہے ہیں۔ شب برات کی بھی رسوم ہیں جو بقول حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ آتش پرستوں اور ہندوں کے تیوہاروں سے ان میں داخل ہوگئی ہیں۔

شعبان کی فضیلت

اگر ایک طرف جاہل مسلمان اپنی جہالت کے باعث ان رسومات قبیحہ کے پورے پابند ہیں تو دوسری طرف بعض ایسے بھی حضرات ہیں جو ان تمام بدعات اور امور منکرہ سے متنفر ہیں بلکہ وہ ہر مذہبی چیز کو اسلام کے اصلی رنگ میں دیکھنا چاہتے

Marfat.com

ہیں اور ہمیشہ یہ معلوم کرنے کے متلاشی رہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی راہ کیا ہے، اور اس پر عمل کرنے کا طریقہ کیا ہے۔ ایسے اصحاب کے لئے جو حقیقۃً بدعات اور اسراف سے بچ کر مذہب کی صحیح اور سیدھی سادی راہ تلاش کرنا چاہتے ہیں۔ ماہ شعبان اور اس کی پندرہویں شب کو اسلامی روشنی میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ ان کے لئے کتب احادیث سے ہم ذیل کی حدیثیں جمع کر دینا چاہتے ہیں۔ اگرچہ اس مختصر مقالہ میں احادیث کی حیثیت پر بحث کرنا مشکل ہے۔ لیکن اتنا ضرور عرض کر دینا چاہتے ہیں کہ شعبان کی فضیلت اور پندرہویں شب کی خصوصیت کے بارے میں کسی صحیح حدیث سے استدلال کرنا مشکل ہے۔ ہاں اتنا کہا جا سکتا ہے کہ تمام طرق کو جمع کرنے کے بعد ان احادیث کو حسن کا مرتبہ حاصل ہو سکتا ہے۔ اور محدثین کے نزدیک فضائل اعمال میں توسع بھی ہے۔ اس لئے جہاں تک کسی نیک عمل کرنے کا تعلق ہے۔ یہ تمام احادیث جو ہم ذیل میں درج کر رہے ہیں، کافی ہیں۔

خدائے تعالےٰ مسلمانوں کو اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرمائے اور انکو بدعات واعمال سیئہ سے بچائے۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز[1]۔

---

[1] اور نہیں ہے یہ کام خدائے تعالےٰ پر مشکل۔

Marfat.com

شعبان کے متعلق احادیث

(۱) شعبان بین رجب وشھر رمضان یغفل الناس عنہ
یرفع فیہ اعمال العباد فاحب ان لا یرفع عملی الا وانا صائم (بیہقی)

شعبان کا مہینہ رجب اور رمضان کے درمیان ایک مہینہ ہے جس کی فضیلت سے لوگ بے خبر ہیں۔ اس مہینہ میں بندوں کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں۔ میرا دل یہ چاہتا ہے کہ میرے اعمال ایسی حالت میں پیش کئے جائیں کہ میرا شمار روزہ داروں میں ہو۔

(۲) شعبان شھری ورمضان شھر اللہ (دیلمی)

شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان اللہ تعالیٰ کا مہینہ ہے۔

(۳) حضرت انس کی روایت میں ہے۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول اللھم بارک لنا فی رجب وشعبان وبلغنا رمضان (ابن عساکر)

رجب کا چاند دیکھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے۔ یا اللہ رجب اور شعبان میں ہم کو برکت عطا فرما اور ہم کو خیریت کے ساتھ رمضان تک پہنچا دے۔

(۴) کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یصوم حتی نقول لا یفطر ویفطر حتی نقول لا یصوم ما رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و

الہ وسلم استکمل صیام شھر قط الا برمضان وما رائیت فی شھر اکثر منہ صیاماً فی شھر شعبان (بیہقی)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت یہ تھی کہ جب آپ نفلی روزے رکھنے شروع کرتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ اب روزے ترک نہیں فرمائیں گے۔ اور جب روزے چھوڑ دیتے تھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اب آپ رکھیں گے ہی نہیں۔ جس مہینہ میں آپ کو پورے روزے رکھتے دیکھا وہ رمضان ہے اور جس مہینہ میں زیادہ رکھتے دیکھا وہ شعبان ہے۔

(۵) مارأیت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی شھر اکثر صیاما منہ فی شعبان کان یصومہ الا قلیلا بل کان یصومہ کلہ (ابوداؤد)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے کسی مہینہ میں سوائے شعبان کے مہینہ کے آپ کو بکثرت روزے رکھتے نہیں دیکھا۔ شعبان کو تو یہ سمجھنا چاہیئے کہ پورے مہینہ کے روزے رکھا کرتے تھے۔

(۶) کان احب الشھور الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان یصومہ شعبان ثم یصلہ برمضان (بیہقی)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ بات بہت پسند تھی کہ شعبان کے روزے رکھتے ہوئے۔ شعبان کو رمضان سے ملا دیا جائے۔

(۷) لم یکن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یصوم شھراً اکثر من شعبان فانہ کان یصوم شعبان کلہ وکان یقول خذوا من العمل ما تطیقون فان اللہ لا یمل حتی تملوا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوائے شعبان کے دوسرے مہینہ میں بکثرت روزے نہیں رکھتے تھے شعبان کے متعلق تو یہ کہنا چاہیئے کہ پورے مہینہ کے روزے رکھا کرتے تھے۔ اور لوگوں سے یہ فرمایا کرتے تھے کہ عمل اپنی استطاعت اور طاقت کے موافق کیا کرو۔ اللہ تعالے ثواب دینے سے عاجز نہیں ہے بلکہ تم عمل کی کثرت سے تھک جاؤ گے۔

(۸) ما رأیت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم یصوم شہرین متتابعین الا شعبان ورمضان (ترمذی)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالے عنہا فرماتی ہیں۔ سوائے شعبان اور رمضان کے دوسرے مہینہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم متواتر روزے نہیں رکھا کرتے تھے۔

(۹) لم یکن النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم یصوم من السنۃ شہر تاماً الا شعبان کان یصلہٗ برمضان (نسائی)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام سال میں سوائے شعبان کے کسی اور مہینہ کے پورے روزے نہیں رکھا کرتے تھے۔ البتہ شعبان کے روزوں کو رمضان سے ملا دیا کرتے تھے۔

(۱۰) حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ کو شعبان میں زیادہ روزے رکھتے ہوئے دیکھتا ہوں۔

ارشاد فرمایا

ذلک شہر یغفل الناس عنہ بین رجب ورمضان وھو شہر

یرفع فیہ الاعمال الیٰ رب العٰلمین فاحب یرفع عملی وانا صائم (نسائی)

یہ شعبان کا ایک مہینہ ایسا ہے جو رجب اور رمضان کے درمیان ہے، لوگ اس مہینہ کی فضیلت سے غافل ہیں۔ اس مہینہ میں اللہ رب العالمین کے روبرو بندوں کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں۔ میری خواہش یہ ہے کہ جب میرے اعمال پیش ہوں تو میرا شمار روزہ داروں میں ہو۔

(۱۱) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی روایت میں ہے۔

حضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

ان اللہ یکتب فیہ کل نفس میتۃ تلک السنۃ فاحب ان یاتینی اجلی وانا صائم ہ

اللہ تعالےٰ اس مہینہ میں سال بھر کے مرنے والوں کو معین فرماتا ہے۔ میرا دل یہ چاہتا ہے کہ میری موت کا سال اور وقت معین کیا جائے تو میرا شمار روزہ داروں میں ہو۔

(۱۲) حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔

لانہ تنسخ ارواح الاحیاء فی الاموات حتی ان الرجل یتزوج وقد وقع اسمہ فیمن یموت وان الرجل لیحج وقد وقع اسمہ فیمن یموت ہ

مرنے والوں کا نام زندوں سے علیحدہ کر دیا جاتا ہے۔ آدمی نکاح کرتا ہے اور اس کا نام مُردوں کی فہرست میں ہوتا ہے۔ انسان حج کو جاتا ہے اور اس کا نام مُردوں کے دفتر میں لکھا ہوا ہوتا ہے۔

(۱۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے۔

ان امرأة ذکرت لها انها تصوم رجب فقالت ان کنت صائمة شهراً لا محالة فعلیك بشعبان فانه فیه الفضل۔

ایک عورت کا ذکر کیا گیا کہ وہ رجب میں بہت روزے رکھتی ہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اگر عورت کو نفلی روزے رکھنے ہی ہیں تو پھر شعبان میں رکھا کرے کیونکہ شعبان کی ایک قسم کی فضیلت حاصل ہے۔

(۱۴) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالے عنہا کی ایک روایت میں ہے۔

انہ لیس نفس تموت فی سنة الا کتب اجلها فی شعبان فاحب ان یکتب اجلی وانا فی عبادة ربی وعمل صالح۔

کوئی شخص جو آئندہ سال میں مرنے والا ہے۔ اس کا نام شعبان کے مہینہ میں معین ہو جاتا ہے اور وہ زندوں کی فہرست سے علیحدہ کر کے مردوں کی فہرست میں لکھ دیا جاتا ہے۔ میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ جب میری اجل کا وقت معین ہو رہا ہو تو میں اپنے رب کی عبادت میں مشغول ہوں۔

(۱۵) ایک اور روایت میں ہے۔

انہ یکتب فیہ لملك الموت من یقبض فاحب ان لا ینسخ اسمی الا وانا صائم۔

اس مہینہ میں ان لوگوں کے نام ملک الموت کو لکھوا دیئے جاتے ہیں۔ جو سال بھر میں مرنے والے ہوتے ہیں۔ میرا دل یہ چاہتا ہے کہ جب میرا نام ملک الموت لکھ رہے ہوں تو میرا شمار روزہ داروں میں ہو۔

Marfat.com

پندرہویں شب

(۱۶) عطا بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:۔

اذا کان لیلۃ النصف من شعبان رفع الی ملک الموت صحیفتہ فان البعد لیغرس الغراس وینکح الازواج ویبنی البنیان وان اسمہ قد نسخ فی الموتیٰ ۵

شعبان کی پندرہویں شب کو ملک الموت کے سامنے ایک رجسٹر پیش کر دیا جاتا ہے اور ان کو حکم دیا جاتا ہے کہ پورے سال میں مرنے والوں کے نام اس رجسٹر میں سے نقل کرلو۔

آدمی کھیتی باڑی کرتا ہے، نکاح کرتا ہے، مکان بنواتا ہے، اور حال یہ ہے کہ اُسکا نام مُردوں میں لکھا ہوا ہوتا ہے۔

(۱۷) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔

تقطع الاجال من شعبان الی شعبان حتی ان الرجل ینکح و یولد لہٗ وقد خرج اسمہٗ فی الموتیٰ۔

شعبان سے شعبان تک مرنے والوں کے نام مُردوں کی فہرست میں لکھ دیئے جاتے ہیں۔ انسان نکاح کرتا ہے۔ اس کے ہاں اولاد ہوتی ہے۔ مگر اس کا نام مُردوں کی فہرست میں لکھا ہوا ہوتا ہے۔

(۱۸) حضرت عکرمہ کی تفسیر میں ہے۔

یبرم السنۃ وینسخ الاحیاء فیکتب الحاج فلا یزاد فیھم احد ولا

Marfat.com

ینتقص منہم احدٌ۔

سال بھر ہونے والے واقعات لکھ دیئے جاتے ہیں۔ پیدا ہونے والے حج کرنے والے وغیرہ پھر ان میں کمی زیادتی نہیں ہوتی۔

(۱۹) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے:۔

ینزل اللہ تعالےٰ الی السماء الدنیا لیلۃ النصف من شعبان فیغفر لکل مسئی الا رجل مشرک او فی قلبہ شحناء (بیہقی)

اللہ تعالےٰ شعبان کی پندرہویں شب کو آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور ہر گنہگار کی مغفرت کر دیتا ہے۔ مگر مشرک کو نہیں بخشتا اور ان اشخاص کو بھی نہیں بخشتا جن کے دل میں کینہ اور عداوت اور ایک دوسرے سے دشمنی ہوتی ہے۔

(۲۰) حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کی روایت میں ہے۔

اذا کان لیلۃ نصف الشعبان فقوموا لیلہا وصوموا نہارہا فان اللہ تعالےٰ ینزل فیہا لغروب الشمس الی السماء الدنیا فیقول الا من مستغفر فاغفر لہ الا من مسترزق فارزقہ الا من مبتلی فاعافیہ الا کذا الا کذا حتی یطلع الفجر (ابن ماجہ بیہقی)

جب شعبان کی پندرہویں شب ہو تو اس رات میں عبادت کیا کرو۔ اور پندرہویں تاریخ کو روزہ رکھا کرو۔ اس رات کو اللہ تعالےٰ مغرب کے وقت سے آسمان دنیا پر اپنی رحمت کے ساتھ نزول فرماتا ہے۔ اور یوں ارشاد فرماتا ہے کوئی بخشش طلب کرنے والا ہے تو اس کو بخش دوں۔ کوئی رزق مانگنے والا ہو تو اسکو رزق سے مالا مال کر دوں۔ کوئی بیمار ہو تو اس کو صحت عطا کر دوں۔ غرض اسی طرح

Marfat.com

ایک ایک ضرورت مند کو صبح صادق تک پکارتا ہے۔

(۲۱) حضرت علی کرم اللہ وجہ پندرہویں شب کو باہر تشریف لائے اور بار بار آتے رہے اور آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے رہے۔ اور پھر فرمایا حضرت داؤد علیہ السلام ابھی اس رات کو باہر نکل کر آسمان کو دیکھتے تھے اور فرماتے تھے۔

ان ھٰذہ الساعۃ ما دعا اللہ فیھا احد الا اجابہٗ ولا استغفرہ احد فی ھٰذہ اللیلۃ الا غفر لہٗ مالم یکن عشاراً او ساحراً او کاھناً او عریفاً او شرطیاً او جابیاً او صاحب کوبۃ او عرطبۃ۔

یہ ایک ایسی ساعت ہے کہ اس میں اللہ تعالٰے سے جو دعا مانگو وہ قبول ہو جاتی ہے۔ بشرطیکہ دعا کرنے والا ٹیکس وصول کنندہ نہ ہو، جادوگر نہ ہو، نجومی اور غیب کی باتیں بتانے والا نہ ہو۔ جلاد اور ظلم کے ساتھ مال وصول کرنے والا نہ ہو۔ قمار باز اور گا بجا کر روزی کمانے والا نہ ہو۔

(۲۲) ان اللہ تعالٰی یطلع فی لیلۃ النصف من شعبان فیغفر لجمیع خلقہ الا لمشرک او مشاحن او قاطع رحم۔

اللہ تعالٰے شعبان کی پندرہویں شب میں بندوں کی جانب رحمت کے ساتھ متوجہ ہوتا ہے۔ اور تمام گنہگاروں کو بخش دیتا ہے، مگر مشرک کینہ پرور اور گو دپیٹ کے رشتوں کو منقطع کرنے والا نہیں بخشا جاتا۔

(۲۳) یفتح اللہ الخیر فی اربع لیال لیلۃ الاضحیٰ والفطر ولیلۃ النصف من شعبان ینسخ فیہ الاجال والارزاق ویکتب فیھا الحاج وفی لیلۃ العرفۃ الی الاذان۔

اللہ تعالیٰ چار راتوں میں بندوں میں خیر اور رحمت نازل کرتا ہے۔ ذی الحجہ کی دسویں رات، عید کی رات، شعبان کی پندرہویں رات، اس رات میں لوگوں کی موت اور ان کا رزق اور حج کرنے والوں کی تعداد لکھی جاتی ہے۔ اور چوتھی عرفہ کی رات ہے صبح کی اذان تک بندوں کے ساتھ رحمت اور مغفرت کا معاملہ ہوتا رہتا ہے۔

میرے پاس جبریل تشریف لائے اور انہوں نے کہا:۔

هٰذه الليلة النصف من شعبان ولله فيه عتقاء من النار بعدد شعر غنم كلب ہ

یہ شعبان کی پندرہویں رات ہے اس میں قبیلہ کلب کی بھیڑوں کے بالوں کی تعداد کے برابر گنہگار دوزخ سے آزاد کئے جاتے ہیں۔

(۲۴) حضرت عائشہؓ کی روایت میں ہے کہ میں نے ایک دن حضور کو نہیں پایا میں آپ کو تلاش کرنے نکلی تو میں نے آپ کو بقیع میں دیکھا کہ آپ اپنا سر اٹھائے ہوئے آسمان کو دیکھ رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر فرمایا۔

یا عائشہ اکنت تخافین ان یحیف اللہ علیك ورسولہ۔

اے عائشہ کیا تجھ کو خطرہ لاحق ہوا کہ اللہ اور اس کا رسول تیرے حق میں دست انداز ی کرے گا۔

میں نے عرض کیا۔ حضور میں نے یہ خیال کیا کہ آپ دوسری بیویوں کے پاس تشریف لے گئے ہیں۔ سرکار نے ارشاد فرمایا ان اللہ عزوجل ینزل لیلۃ النصف من شعبان الی السماء الدنیا فیغفر لاکثر من عدد شعر غنم کلب ہ

اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرہویں شب کو آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور قبیلہ کلب

کی بکریوں کے بالوں کی تعداد سے زیادہ گنہگاروں کو بخش دیتا ہے (کلب عرب کا ایک قبیلہ ہے جس میں بکریاں اور بھیڑیں کثرت سے ہوتی ہیں ۔)

(۲۵) اذا کان لیلۃ النصف من شعبان اطلع اللہ تعالیٰ الیٰ خلقہ فیغفر للمومنین والمومنات ویملی للکافرین ویدع اھل الحقد لحقدھم حتیٰ یدعوہ ۔

جب شعبان کی پندرہویں شب ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر رحمت کی نظر ڈالتا ہے اور مسلمان مردوں اور عورتوں کی مغفرت کر دیتا ہے کافروں کو مہلت دیتا ہے کینہ پروروں کو چھوڑ دیتا ہے ۔ جب تک وہ اپنی کینہ پروری سے باز آئیں ۔

(۲۶) ابن قانع کی روایت میں ہے ۔ لاینظر اللہ فیھا الیٰ مشرک ولا الیٰ مشاحن ولا الیٰ قاطع رحم ولا الیٰ مسبل ازر ولا الیٰ عاق والدیہ ولا الیٰ مدمن خمر ۔

اللہ تعالیٰ اس رات میں مشرک کو، اور کو دیت کے رشتہ داروں کو منقطع کرنیوالے کو ماں باپ کے نافرمان کو تکبر کی راہ سے ٹخنوں کے نیچے ازار رکھنے والے اور شراب کے عادی کو رحمت کی نظر سے نہیں دیکھتا ۔

(۲۷) اذا کان اول لیلۃ من شعبان فینسخ الملک الموت کل من یقبض روحہ فی تلک السنۃ الیٰ مثلھا من العام المقبل وان الرجل لینکح النساء ویولد لہ ویبنی ویغرس ویظلم ویفجر وحالہ نم فی الاحیاء ۔

شعبان کی پہلی رات کو ہر شخص کا نام ملک الموت کو لکھوا دیا جاتا ہے جو آئندہ سال میں مرنے والا ہوتا ہے ۔ انسان نکاح بھی کرتا ہے ۔ اور کھیتی باڑی بھی کرتا ہے، اور نام اسکا

مردوں کی فہرست میں ہوتا ہے۔ ۲۸۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں اتفاقاً ایکمرتبہ شعبان کی پندرھویں رات میری رات تھی۔ جب آدھی رات گذری تو میں نے حضور کو نہ پایا۔ میں آپ کو تلاش کرنے نکلی اور عالم ہے جو عورتوں میں غیرت ہوتی ہے، وہی غیرت مجھے بھی آئی میں نے اپنی چادر اوڑھی اور سب بیویوں کی کوٹھریوں میں آپ کو تلاش کرتی پھری۔ جب حضور کو کہیں نہ پایا تو مجبوراً لوٹ کر اپنے حجرے میں واپس آئی تو دیکھا کہ آپ ایک کپڑے کی طرح زمین پر سر رکھے ہوئے فرمارہے ہیں۔

سَجَدَ لَکَ خَیَالِیْ وَسَوَادِیْ وَاٰمَنَ بِکَ فُؤَادِیْ فَھٰذِہٖ یَدِیْ وَمَا جَنَیْتُ بِھَا عَلٰی نَفْسِیْ یَا عَظِیْمُ یُرْجٰی لِکُلِّ عَظِیْمٍ اغْفِرِ الذَّنْبَ الْعَظِیْمَ سَجَدَ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ خَلَقَہٗ وَصَوَّرَہٗ وَشَقَّ سَمْعَہٗ وَبَصَرَہٗ۔ پھر آپ نے سجدہ سے سر اٹھایا اور دوبارہ سجدہ کیا اور دوسرے میں فرمایا۔ اعوذ برضاک من سخطک واعوذ بعفوک من عقابک واعوذ بک منک انت کما اثنیت علیٰ نفسک اقول کما قال داود اخی فاعفر وجہی فی التراب لسیدی وحق لہ ان یسجد پھر آپ نے سجدے سے سر اٹھایا اور فرمایا۔ اللھم ارزقنی قلبا تقیا من الشرک نقیا لا فاجرا ولا شقیا۔ پھر میری چادر میں آکر لیٹے تو میرا سانس چڑھا ہوا تھا۔ مجھ سے فرمایا اے عائشہ یہ کیا بات ہے۔ میں نے آپ کو تمام معاملہ کی خبر دی، تو آپ میرے گھٹنے دبانے لگے اور فرماتے تھے افسوس ان گھٹنوں پر یہ گھٹنے اس کی رات تھک گئے۔ یہ رات تو ایسی ہے کہ اس میں اللہ تعالےٰ آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور اپنے بندوں کی بخشش فرماتا ہے مگر مشرک اور کینہ پرور نہیں بخشا جاتا۔ (بیہقی)

(۲۹) حضرت عائشہ کی ایک روایت میں ہے کہ حضور میرے ہاں تشریف لائے اور ابھی کپڑے نہیں اتارنے پائے تھے یکایک کھڑے ہوگئے اور تشریف لے گئے میں عورت کی ماری تمام حجروں میں ڈھونڈتی پھری آخر آپ کو بقیع میں پایا کہ آپ قبرستان میں مومنین اور مومنات اور شہداء کے لئے دعا مانگ رہے تھے میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں آپ اپنے رب کے کام میں مصروف ہیں اور میں دنیا کی

حاجت میں مشغول ہوں۔ میں وہاں سے لوٹ آئی جب حضورؐ واپس آئے تو میرا سانس چڑھا ہوا تھا حضورؐ نے دریافت کیا تو میں نے سارا قصہ سنایا حضورؐ نے فرمایا۔ میرے پاس جبرئیل نے آکر کہا تھا کہ یہ شعبان کی نصف رات ہے۔ اس رات میں اللہ تعالےٰ قبیلہ کلب کی بکریوں کے بالوں کی تعداد کے برابر لوگوں کو دوزخ سے آزاد کر دیتا ہے۔ مگر مشرک کینہ پرور اور قاطع رحم مبل ازار ماں باپ کا نافرمان اور دائم الخمر کو نہیں بخشتا اس کے بعد حضورؐ نے اپنے کپڑے رکھے اور مجھ سے فرمایا اے عائشہ اگر تم اجازت دو تو میں اس رات خدا تعالےٰ کی عبادت کروں۔ میں نے عرض کیا کہ بڑی خوشی سے آپ کھڑے ہوئے اور نماز میں اتنا طویل سجدہ کیا کہ میں سمجھی کہ وفات ہو گئی میں نے حضورؐ کے تلووں کو ہاتھ لگایا تو آپ نے حرکت کی میں خوش ہوئی اور یہ بھی کہ آپ زندہ ہیں میں نے سنا کہ آپ سجدے میں دعا فرما رہے تھے۔ اعوذ بعفوك من عقابك واعوذ برضاك من سخطك واعوذ بك ضلك جل وجهك لا احصى ثناء عليك انت كما اثنيت على نفسك۔ جب صبح ہوئی تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ رات کو یہ دعا پڑھ رہے تھے۔ فرمایا یہ کلمات سیکھ لے اور دوسروں کو بھی سکھا مجھے جبرئیل نے یہ کلمات سکھائے ہیں اور مجھ سے کہا ہے کہ میں ان کلمات کو سجدے میں بار بار پڑھا کروں (بیہقی)

حضرت ابوالحسن بکری فرماتے ہیں۔ اس رات کو بہتر یہ ہے کہ دعا پڑھے جو شب قدر کے متعلق وارد ہوئی ہے اللهم انك عفو تحب العفو فاعف عني اللهم اني اسئلك العفو والعافية والمعافاة الدائمة في الدنيا والاخرة ه چونکہ یہ رات شب قدر کے بعد افضل الليالی ہے۔ اسلئے اس میں بھی یہ دعا پڑھنا چاہیئے اور بعض حضرات سے مروی ہے کہ اس رات کو وہ دعا پڑھے جو حضرت آدمؑ نے طواف کے وقت مقام ابراہیم پر دو رکعتیں پڑھنے کے بعد مانگی تھی حضرت آدمؑ کی دعا۔ اللهم انك تعلم سري وعلانيتي فاقبل معذرتي وتعلم حاجتي فاعطني سوالي وتعلم ما في نفسي فاغفرلي ذنوبي اسئلك ايماناً يباشر قلبي ويقيناً صادقاً حتى اعلم انه لا يصيبني الا ما كتب لي ارضني بقضائك ه۔ اس دعا کے بعد ارشاد ہوا۔ اے آدمؑ میں نے تیری دعا قبول کر لی اور جو تیری اولاد میں سے یہ دعا کرے گا اسکی دعا بھی قبول کرلوں گا۔

۳۰ اکتوبر ۱۹۳۶

سحبان الہند مولانا احمد سعیدؒ

کی

دیگر کتب

(۱) جنت کی کنجی

ہدیہ تین روپے پچاس پیسے

(۲) دوزخ کا کھٹکا

" دو روپے پچیس پیسے

(۳) رسول کی باتیں

" دو روپے پچاس پیسے

(۴) عرش الٰہی کا سایہ

" ایک روپیہ

(۵) خدا کی باتیں

" تین روپے

(۶) ہماری دعا کیوں قبول نہیں ہوتی؟

ہدیہ ایک روپیہ پچیس پیسے

ملنے کا پتہ:- صفیہ اکیڈمی ۲۹۶/۲ پی۔ آئی۔ بی کالونی ۵ کراچی ۵

ان کتابوں کی آپکو اور آپ کے بچوں کو ضرورت ہے

معراج المومنین	سید عابد میاں	1/50
اسلام کیا ہے؟	مولنا منظور نعمانی	۳/۰
تعلیمات اسلام	عبد الصمد میرٹھی	۳/۵۰
علم بیان	مولنا اسد الرحمن قدسی	۲/۰
شریعت و طریقت	مولنا اشرف علی تھانوی	۷/۰
مرنے کے بعد کیا ہوگا	مولنا عاشق الٰہی	۳/۷۵
بخاری شریف	مرزا حیرت دہلوی	۳۰/۰
مشکوٰۃ شریف	مکمل	۱۸/۰
ترمذی شریف	ترجمہ معراج محمد جارق	۱۶/۰
بستان المحدثین	شاہ عبد العزیز	۵/۰
مشارق الانوار		۱۴/۰
موطا امام مالک		۱۴/۰

ملنے کا پتہ، صوفیہ اکیڈمی ۱۲/۲-۶ پی۔آئی۔بی۔ کالونی ۲ کراچی ۵

ہماری دُعا

کیوں قبول نہیں ہوتی

از

سحبانُ الہند مولانا احمد سعید رحمۃ اللہ علیہ

فاران بک ایجنسی
رسالہ روڈ - حیدرآباد

ناشر

صفیہ اکیڈمی ۔ ۲/۲۱۴ پی ۔ آئی ۔ بی کالونی ۔ کراچی

25/-

(مطبوعہ جاوید پریس کراچی) ہدیہ: ایک روپیہ پچیس پیسے

Marfat.com